﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد12 | جمعۃ المبارک 06 /مئی 2005ء | 27 /ربیع الاوّل 1426 ہجری قمری ❁ 06 /ہجرت 1384 ہجری شمسی | شمارہ 18

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

کروڑوں مسلمان دنیا میں موجود ہیں اور مسجدیں بھی بھری ہوئی نظر آتی ہیں مگر کوئی برکت اور ظہور ان مسجدوں کے بھرے ہوئے ہونے سے نظر نہیں آتا۔ اس لئے کہ یہ سب کچھ محض رسوم اور عادات کے طور پر کیا جاتا ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمالِ خیر کی راہ چھوڑ کر اپنے طریقے ایجاد کرنا اور قرآن شریف کی بجائے وظائف اور کافیاں پڑھنا یہ لذّتِ روح کے لئے نہیں ہے بلکہ لذّتِ نفس کی خاطر ہے۔ روح کی لذّت قرآن شریف سے آتی ہے۔

’’اللہ تعالیٰ کی محبت کامل طور پر انسان اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا جب تک نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور طرزِ عمل کو اپنا رہبر اور ہادی نہ بناوے۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اس بابت فرمایا ہے ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران:32) یعنی محبوب الٰہی بننے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی جاوے۔ سچی اتباع آپؐ کے اخلاق فاضلہ کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنا ہوتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل لوگوں نے اتباع سے مراد صرف رفع یدین، آمین بالجہر اور رفع سبابہ ہی لے لیا ہے۔ باقی امور کو جو اخلاق فاضلہ آپؐ کے تھے، اُن کو چھوڑ دیا۔ یہ منافق کا کام ہے کہ آسان اور چھوٹے امور کو بجالاتا ہے اور مشکل کو چھوڑتا ہے۔ سچے مومن اور مخلص مسلمان کی ترقیوں اور ایمانی درجوں کا آخری نقطہ تو یہی ہے کہ وہ سچا متبع ہو اور آپؐ کے تمام اخلاق کو حاصل کرے۔ جو سچائی سے قبول نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے۔

کروڑوں مسلمان دنیا میں موجود ہیں اور مسجدیں بھی بھری ہوئی نظر آتی ہیں مگر کوئی برکت اور ظہور ان مسجدوں کے بھرے ہوئے ہونے سے نظر نہیں آتا۔ اس لئے کہ یہ سب کچھ محض رسوم اور عادات کے طور پر کیا جاتا ہے۔ وہ سچا اخلاص اور وفا جو ایمان کے حقیقی لوازم ہیں ان کے ساتھ پائے نہیں جاتے۔ سب عمل ریاکاری اور نفاق کے پردوں کے اندر مخفی ہو گئے ہیں۔ جوں جوں انسان ان کے حالات سے واقف ہوتا جاتا ہے اندر سے گند اور خبث نکلتا آتا ہے۔ مسجد سے نکل کر گھر کی تفتیش کرو تو یہ ننگِ اسلام نظر آئیں گے۔

مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک کوٹھا ہزار من گندم سے بھرا ہوا خالی ہو گیا۔ اگر چوہے اس کو نہیں کھا گئے تو وہ کہاں گیا۔ پس اسی طرح پر پچاس برس کی نمازوں کی جب برکت نہیں ہوتی اگر ریا اور نفاق نے ان کو باطل اور حبط نہیں کیا تو وہ کہاں گئیں۔ خدا کے نیک بندوں کے آثار ان میں پائے نہیں جاتے۔ ایک طبیب جب کسی مریض کا علاج کرتا ہے اگر وہ نسخہ اس کے لئے مفید اور کارگر نہ ہو تو چند روز کے تجربہ کے بعد اس کو بدل دیتا ہے اور پھر تشخیص کرتا ہے۔ لیکن ان مریضوں پر تو وہ نسخہ استعمال کیا گیا ہے جو ہمیشہ مفید اور زُود اثر ثابت ہوا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نسخہ کے استعمال میں غلطی اور بد پرہیزی کی ہے۔ یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ارکان اسلام میں غلطی تھی اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ مؤثر علاج نہ تھا۔ کیونکہ اس نسخہ نے ان مریضوں کو اچھا کیا جن کی نسبت لاعلاج ہونے کا فتویٰ دیا گیا تھا۔

مَیں جانتا ہوں کہ جن لوگوں نے ان ارکان کو چھوڑ کر اَور بدعتیں تراشی ہیں یہ اُن کی اپنی شامتِ اعمال ہے، ورنہ قرآن شریف تو کہہ چکا تھا کہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدہ:4)۔ اکمالِ دین ہو چکا تھا اور اتمام نعمت بھی۔ خدا کے حضور پسندیدہ دین اسلام ٹھہر چکا تھا۔ اب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمالِ خیر کی راہ چھوڑ کر اپنے طریقے ایجاد کرنا اور قرآن شریف کی بجائے اَور وظائف اور کافیاں پڑھنا یا اعمال صالحہ کے بجائے قسم قسم کے اذکار نکال لینا یہ لذّتِ روح کے لئے نہیں ہے بلکہ لذّتِ نفس کی خاطر ہے۔

لوگوں نے لذّتِ نفس اور لذّتِ روح میں فرق نہیں کیا اور دونوں کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے حالانکہ وہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ اگر لذّتِ نفس اور لذّتِ روح ایک ہی چیز ہے تو مَیں پوچھتا ہوں کہ ایک بدکار عورت کے گانے سے بدمعاشوں کو لذّت زیادہ آتی ہے۔ کیا وہ اس لذّتِ نفس کی وجہ سے عارف باللہ اور کامل انسان مانے جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ جن لوگوں نے خلافِ شرع اور خلافِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم راہیں نکالی ہیں ان کو یہی دھوکہ لگا ہے کہ وہ نفس اور رُوح کی لذّت میں کوئی فرق نہیں کر سکتے ورنہ وہ ان بیہودگیوں میں رُوح کی لذّت اور اطمینان نہ پاتے۔ ان میں نفسِ مطمئنہ نہیں ہے جو بُلّھے شاہ کی کافیوں میں لذّت کے جویاں ہیں۔ رُوح کی لذّت قرآن شریف سے آتی ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 62-63 جدید ایڈیشن)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

الٰہی رعب

غزوہ ذات الرقاع کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ غورث بن حارث نے آپؐ کی تلوار اٹھالی اور آپ کو جگا کر کہا کہ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔ آپؐ نے فرمایا ’’اللہ‘‘۔ یہ الفاظ ایسے پرشوکت اور پُررعب تھے کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپؐ نے وہ تلوار اٹھالی اور پھر اسے معاف کر دیا۔

(مسند احمد بن حنبل)

فرمودات خلفاء

ایماندار ہو تو رسول کریمؐ کو مقدم رکھو

ایک صحابی عورت کا نمونہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’مَیں مثال کے طور پر بتاتا ہوں کہ وہ عورتیں جو سچے دل سے رسولِ کریم ﷺ پر ایمان رکھتی تھیں ان کی کیا حالت تھی۔ رسولِ کریم ﷺ جب دشمنوں کے تکلیفیں پہنچانے پر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تو مکہ والوں نے وہاں بھی آپؐ کا پیچھا نہ چھوڑا اور وہاں بھی لڑائی کرنے کے لئے آ گئے۔ مدینہ سے چار میل کے فاصلے پر ایک جگہ تھی جہاں لڑائی شروع ہوئی۔ اگرچہ کافر بہت تھے اور ان کے مقابلہ میں مسلمان بہت تھوڑے تھے لیکن مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ جب فتح ہو گئی تو چند لوگ جن کو رسولِ کریم ﷺ نے ایک جگہ کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا خواہ کچھ ہو تم اس جگہ سے نہ ہلنا، انہوں نے کہا ہمیں لڑائی کے لئے یہاں کھڑا کیا گیا تھا جب ہماری فتح ہو گئی ہے تو پھر ہمیں یہاں کھڑے رہنے کی ضرورت نہیں۔ ان کے سردار نے کہا خواہ کچھ بھی ہو چونکہ ہمیں کھڑے رہنے کا حکم ہے اسلئے یہاں سے جانا نہیں چاہیے۔ لیکن دوسروں نے کہا ہمارا کھڑا ہونا لڑائی کے لئے تھا اب جبکہ دشمن بھاگ گیا ہے تو پھر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کہہ کر جب وہ وہاں سے ہٹ گئے تو کافروں نے جو بھاگ رہے تھے دوبارہ یک لخت حملہ کر دیا اور ایسے زور سے حملہ کیا کہ مسلمانوں میں جو دشمن کی طرف سے مطمئن ہو چکے تھے ابتری پھیل گئی۔ اس وقت رسول کریم ﷺ زخمی ہو گئے اور آپؐ کے دو دانت شہید ہو گئے اور مشہور ہو گیا کہ رسول کریم ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا حتیٰ کہ فرطِ غم کی وجہ سے حضرت عمرؓ جیسے بہادر انسان سر نیچے کر کے بیٹھ گئے۔ ایک صحابی اُن کے پاس سے گزرے اور پوچھا کیا ہوا۔ انہوں نے کہا رسول کریم ﷺ شہید ہو گئے ہیں یہ سن کر اس صحابی نے کہا اگر رسول کریم ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو یہاں بیٹھنے کا کیا فائدہ؟ چلو جہاں رسول کریم ﷺ گئے ہیں وہاں ہم بھی جائیں۔ یہ کہہ کر وہ دشمن پر حملہ آور ہوا اور اس قدر سختی سے لڑا کہ جب اس کی لاش دیکھی گئی تو معلوم ہوا کہ اُس پر ستّر زخم لگے ہوئے ہیں لیکن رسول کریم ﷺ محفوظ تھے اور کیوں محفوظ نہ ہوتے جب کہ خدا تعالیٰ کا آپ سے وعدہ تھا کہ کوئی تمہیں مار نہیں سکتا۔ آخر رسول کریم ﷺ اٹھے اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جو صحابی آپؐ کے ساتھ تھے اُنہیں تو آپؐ کے زندہ ہونے کا علم ہو گیا لیکن مدینہ میں پہلی خبر پہنچ چکی تھی اس لئے مدینہ کے بچے اور عورتیں دیوانہ وار باہر نکلے۔ اُس وقت جبکہ لشکر واپس آ رہا تھا ایک صحابی آگے آگے تھا۔ اس سے ایک عورت نے بے تحاشا آ کر پوچھا رسول اللہ کا کیا حال ہے؟ اس کے دل میں چونکہ رسولِ کریم ﷺ کے متعلق اطمینان اور تسلی تھی اسلئے اس نے اس بات کو معمولی سمجھ کر کہا تمہارا باپ مارا گیا ہے۔ عورت نے کہا میں نے تم سے پوچھا ہے کہ رسول اللہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا تمہارا بھائی مارا گیا ہے۔ عورت نے کہا میں پوچھتی ہوں کہ رسول اللہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا تمہارا خاوند بھی مارا گیا ہے۔ عورت نے کہا میری بات کا تم جواب کیوں نہیں دیتے۔ مَیں پوچھتی ہوں کہ رسول اللہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ زندہ ہیں۔ یہ سن کر عورت نے کہا شکر ہے خدا کا اگر رسول اللہ زندہ ہیں تو ہمیں اور کسی کی پروا نہیں۔

اس بات کو سامنے رکھ کر تم اپنی حالت کو دیکھو۔ اگر پیدا ہوتے ہی بچہ مر جائے تو اس پر بین شروع کر دیئے جاتے ہیں حالانکہ وہ جانتی ہیں کہ جہاں بچہ گیا ہے وہیں ان کو بھی جانا ہے۔ اگر کچھ فرق ہے تو یہ کہ وہ پہلے چلا گیا ہے اور یہ کچھ عرصہ کے بعد جائیں گی۔ تاہم عجیب عجیب بین کرتی، روتی، چلّاتی اور شور مچاتی ہیں۔ یہ تو آج کل مسلمان کہلانے والی عورتوں کی حالت ہے۔ اور ایک وہ مسلمان عورت تھی جس کا باپ، بھائی اور خاوند مارا جاتا ہے مگر وہ کہتی ہے رسول اللہ زندہ ہیں تو مجھے کچھ غم نہیں۔ یہ وہ ایمان ہے جو مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ پس اگر تم ایماندار ہو اور تمہیں مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے تو خدا تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں کسی بات کی پرواہ نہ کرو کہ لوگ تمہیں کیا کہیں گے بلکہ اس بات کی پرواہ کرو کہ خدا تمہیں کیا کہتا ہے‘‘۔ (الأزهار لذوات الخمار صفحہ 37-38)

اداریہ

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی

اس دنیا میں رہتے ہوئے انسان مختلف قسم کے تعلقات اور رشتہ داریوں کا تجربہ کرتا ہے۔بعض تعلقات اس قسم کے ہوتے ہیں جن میں کسی انسان کا کوئی دخل نہیں ہوتا جیسے والدین اور اولاد کا رشتہ ہے کہ اس میں کوئی انتخاب اور مرضی نہیں ہوتی۔اللہ تعالیٰ کی مشیت ومنشاء سے ہی یہ اور اس سے پیدا ہونے والے دوسرے سارے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔اس کے برعکس بعض تعلقات میں انسان کو کسی قدر اختیار ہوتا ہے مثلاً ازدواجی رشتوں میں انتخاب اور پسند کا بھی دخل ہوتا ہے۔ان میں مشورے اور دعا سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ان کے علاوہ باہم دوستی اور میل ملاقات کے انفرادی، قومی اور بین الاقوامی تعلقات ہوتے ہیں۔قرآن مجید نے ان سب تعلقات کے متعلق نہایت حکیمانہ رہنمائی فرمائی ہے۔

دوستی عام طور پر ایک بہت ہی سادہ اور بے ضرر قسم کا تعلق سمجھا جاتا ہے حالانکہ ایسے تعلقات بھی انسان کی زندگی میں بہت گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ دنیا کی غالباً ہر زبان میں اس کے متعلق محاورے پائے جاتے ہیں۔جیسے کہا جاتا ہے:

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔کبوتر با کبوتر باز با باز۔اسی طرح کہتے ہیں، صحبت صالح ترا صالح کند۔ صحبت طالح ترا طالح کند۔

حدیث میں آتا ہے کہ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ مَنْ یُّخَالِلُ۔انسان اپنے دوست سے اثر لیتا ہے اور اس کے مذہب وطریقے پر چلنا شروع کر دیتا ہے ۔اس لئے ضروری ہے کہ دوستی کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح دیکھ لیا جائے کہ ہم کس قسم کے انسان سے دوستی کر رہے ہیں۔

برے دوستوں سے تعلق کے نتیجہ میں برائیوں اور خرابیوں کی مثالیں تو قدم قدم پر ملتی ہیں۔اچھا تعلق اور اچھی دوستی خوش قسمتی کی علامت اور خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہوتی ہے۔ایسی ایک دوستی آنحضرت ﷺ اور ان کے قابل رشک دوست حضرت ابوبکر ؓ کی دوستی ہے۔حضرت ابوبکر ؓ اس دوستی کی برکت سے یہ یقین رکھتے تھے کہ میرا دوست کبھی کوئی غلط بات نہیں کرتا اور پھر جب انہیں پتہ چلا کہ ان کے دوست نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے تو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔دعویٰ کے متعلق سوال کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ حق وصداقت کی مخالفت کے عام رجحان کی وجہ سے مَیں اس مخلص یکرنگ دوست کی دوستی سے محروم نہ ہو جاؤں اور میرا دوست ہدایت سے بے نصیب نہ رہ جائے، بدلائل اپنی بات سمجھانے کی کوشش کی۔مگر دوسری طرف حضرت ابوبکر ؓ بھی اپنی دوستی اور عقیدت کو بحث، دلیل طلبی اور حجت بازی کا داغ نہیں لگنے دینا چاہتے تھے اس لئے باصرار یہی پوچھا کہ کیا آپ نے ایسا کوئی دعویٰ کیا ہے۔مثبت جواب ملنے پر بکمال شرح صدر 'اوّل المومنین' ہونے کے منفرد اعزاز پر فائز ہوگئے۔اور پھر حق رفاقت و دوستی کو اسی طرح نبھایا جس طرح نبھانے کا حق تھا۔ہجرت جیسے مشکل اور جان جوکھوں کے موقع پر آپ بکمال اخلاص ہمراہ تھے۔غار ثور میں خطرناک دشمن سر پر پہنچ گئے اور غار میں حشرات الارض کی وجہ سے خطرہ نظر آیا تو اپنے عظیم الشان دوست کی خاطر جان کو خطرے میں دیکھتے ہوئے حضرت ابوبکر ؓ کی آنکھوں میں پانی آ گیا مگر جذبہ جانثاری وفدائیت برابر موجود بلکہ پہلے سے زیادہ ہو رہا تھا اور یہی وہ مقام ہے جہاں صدیق اکبر کی خدمات وجذبات کی قبولیت کی الٰہی تصدیق وخوشنودی حاصل ہوئی جسے حضور ﷺ کی زبان مبارک اور وحی الٰہی کی عظمت حاصل تھی'لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا'، غم کی کیا بات ہو سکتی ہے میرے اور تمہارے ساتھ خدا تعالیٰ ہے۔اس غار میں ہم دو ہی نہیں ہیں بلکہ تیسرا خدا تعالیٰ ہے۔

دوستی او رایسے تعلقات کے سلسلہ میں قرآن مجید کی نہایت حکیمانہ اصولی ہدایت تو یہی ہے کہ ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (النساء:145) اے ایمان والو اپنے مومن بھائیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اور پس پشت ڈالتے ہوئے کافروں سے دوستی نہ کرو۔

اسی طرح فرمایا:﴿اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ......﴾ (المائدۃ:56)۔ تمہاری دوستی کے مستحق تو اللہ تعالیٰ اور مومن ہی ہیں۔

ایک اور جگہ اس پر حکمت اصول کی وضاحت میں فرمایا:۔﴿لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ﴾ (الممتحنۃ:9)۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے حسن سلوک اور انصاف کے برتاؤ سے منع نہیں فرماتا جنہوں نے تمہارے ساتھ خود تعلقات منقطع کر کے جنگ وجدال کا طریق اپنایا اور اس میں ہر قسم کی زیادتی اور ظلم کے مرتکب ہوئے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے شہروں سے نکال دیا۔

قرآن مجید کی ان اصولی ہدایات سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں کافروں سے تعلقات رکھنے سے منع فرمایا ہے وہاں ایسے کفار کا ذکر ہے جو دین کے رستہ میں روک بنتے ہوئے ظلم وزیادتی سے کام لے کر مسلمانوں کو نقصان اور تکلیف پہنچانے کے درپے ہوں۔ورنہ عام حالات میں عام تعلقات سے تو مسلمانوں کو منع نہیں کیا گیا کیونکہ ہر مسلمان پر اسلام کی تبلیغ کرنا لازم ہے مگر دوسروں سے بکلی قطع تعلق رکھتے ہوئے تو تبلیغ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اسی طرح ہمارے آقا حضور ﷺ کی حیات طیبہ اور اسوہ حسنہ میں بھی یہ رہنمائی ملتی ہے کہ آپؐ کے غیر مسلموں سے بھی اچھے تعلقات تھے۔دعویٰ نبوت سے قبل حضور ﷺ تجارتی سفر پر تشریف لے گئے اور باوجود اس کے کہ آپؐ کو تجارت کا پہلے سے کوئی ذاتی تجربہ نہیں تھا آپ ایک کامیاب تاجر ثابت ہوئے۔آج کل کی اصطلاح یا محاورہ کے مطابق کہا جائے گا کہ Public Relations میں آپ بہت کامیاب تھے۔زمانۂ نبوت میں بھی آپ کے عیسائیوں، مشرکوں اور یہودیوں سے تعلقات تھے۔ایک مشرک رئیس مکہ سے آپؐ نے طائف کے سفر سے واپسی پر استمداد کی۔بائبل کے واقف عیسائی سے آپ کی ملاقاتوں کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔یہودیوں سے تو آپؐ نے قرض بھی لیا اور پھر احسن رنگ میں اس کی ادائیگی بھی فرمائی۔

ذاتی دوستی سے متعلق ملنے والی رہنمائی تو بین الاقوامی تعلقات میں بھی مفید اور ضروری ہے۔حضور ﷺ نے مصر کے قبطیوں سے اچھا سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی۔حبشہ کے بادشاہ اور اس کی قوم کا بہت اچھے رنگ میں ذکر فرمایا اور ان کے احسان کو ہمیشہ یاد رکھا۔حاتم طائی کے قبیلے سے اچھا سلوک فرمایا۔مدینہ کے یہودیوں سے تو باقاعدہ معاہدہ کر کے ایک متمدن حکومت کے مثالی رویہ کی نشاندہی فرمائی۔اور تاریخ عالم میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام پر فائز ہو کر بے انصافی، زیادتی، ظلم وجبر کے خلاف عدل وانصاف کا ایک شاندار نمونہ چھوڑ گئے۔ خدا کرے کہ ہم سب ان پر حکمت احکامات پر عمل کر کے دین ودنیا کی سرخروئی وکامیابی حاصل کریں۔

(عبدالباسط شاہد)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سطوت اسلام کی بنیاد تحریک جدید

''ابر آذاری بر آمد بادِ نوروزی وزید''
عرصۂ تعبیر میں ہے خوابِ یک رجلِ رشید
احمدیت کے اُفق پر شوکتِ ماضی بعید
کی ہے مولیٰ نے عطا پھر اپنی نصرت کی کلید
سطوتِ اسلام کی بنیاد تحریک جدید

رہگزار عشق میں پہلے قدم کی آبرو
ایک دشتِ مرگ میں یہ زندگی کی جستجو
نقشۂ عالم بدلنے کی انوکھی آرزو
یہ ادائے جاں سپاری کج کلاہی کی رسید
سطوتِ اسلام کی بنیاد تحریکِ جدید

قریۂ حرص و ہوس میں یہ پیامِ سادگی
یہ براہیمی سبھاؤ یہ شعارِ سروری
جاذبِ افضالِ یزداں عکسِ روئے بندگی
مژدۂ فردا کی حامل غمزۂ روزِ سعید
سطوتِ اسلام کی بنیاد تحریکِ جدید

بجلیاں بھرنے رگ و ریشے میں یہ برپا ہوئی
وقت کی رفتار سے یہ ہم سخن گویا ہوئی
حلقۂ عُشاق میں یوں زمزمہ پیرا ہوئی
جیسے آئے آسماں سے صبحِ فتح کی نوید
سطوتِ اسلام کی بنیاد تحریکِ جدید

اِک صلائے عام ہے یہ جاں نثاروں کے لئے
اک نظامِ نو کی ضامن دلفگاروں کے لئے
اک خمار انگیز موسم مے گساروں کے لئے
ساغرِ آبِ بقا ہے عشرتِ مشتاقِ دید
سطوتِ اسلام کی بنیاد تحریکِ جدید

جمیل الرحمٰن (ہالینڈ)

(پہلا مصرعہ خواجہ حافظ شیرازی کا ہے)

کانگڑہ کا زلزلہ

محمد داؤد مجوکہ ۔ جرمنی

کانگڑہ کا ۱۹۰۵ء کا زلزلہ ہماری جماعت کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس زلزلہ کے آنے سے بہت پہلے ہی حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً اس کے متعلق اطلاع دے دی گئی تھی جسے حضورؑ نے کثرت سے شائع فرما دیا تھا۔ ذیل کے مضمون میں اس زلزلہ کے متعلق بعض معلومات پیش خدمت ہیں۔

کانگڑہ ہندوستان کے صوبہ ہماچل پردیش میں واقع ہے۔ اس کا ذکر نہایت قدیم سے تواریخ میں ملتا ہے۔ سکندر اعظم کے حالات میں کانگڑہ کا ذکر بھی آتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ مہابھارت میں مذکور تری گڑہ نامی جگہ دراصل کانگڑہ ہی ہے۔ یہ ہندوؤں کے چندر خاندان کا دارالحکومت بھی رہا ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے راجہ سنسار چند کٹوچ کے زمانہ میں اس شہر پر حملہ کیا اور اس علاقے کے مشہور مندر، برجیش واری دیوی کے مندر، کے کچھ حصہ کو منہدم کر دیا۔ بعد میں فیروز تغلق نے کانگڑہ کو فتح کیا اور پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں سکھا شاہی کے قبضہ میں آیا۔ ۱۸۴۶ء میں حکومت برطانیہ نے ایک معاہدہ کے مطابق اس پر تسلط حاصل کیا۔ اس علاقہ میں جوالہ مُکھی اور بیج ناتھ کے مندر مشہور ہیں جو کانگڑہ سے کچھ فاصلہ پر ہیں۔ گویا کانگڑہ بت پرستی کا ایک گڑھ تھا۔

کانگڑہ کا یہ مشہور زلزلہ، جس کا ذکر ہو رہا ہے، حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کو صبح قریباً ۶ بج کر ۲۰ منٹ پر آیا۔ زلزلوں کو ماپنے کے طریق کے مطابق اس کی شدت رِیکٹر سکیل پر سات اشاریہ آٹھ تھی۔ زلزلہ کا مرکز کانگڑہ سے پونے تیرہ کیلومیٹر مشرق میں اور دھرمسالہ سے پندرہ کیلومیٹر شمال مغرب میں واقع تھا۔ برطانوی حکومت کے جاری کردہ امپیریل گزٹیئر کے مطابق اس شدید زلزلہ کے جھٹکے مغرب میں کوئٹہ تک، جنوب میں سورت تک، مشرق میں لاکھمپور (آسام) تک محسوس کئے گئے۔ گویا قریباً پورے ہندوستان میں اس کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔ زلزلہ کے نتیجہ میں قریباً بیس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔

(The Imperial Gazetteer of India, The Indian Empire, New Edition 1909, Clarendon Press Oxford v. 1, p. 98-99.)

اس زلزلہ کے نتیجہ میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد خدا کا شکر ہے کہ دنیا کے دوسرے بڑے زلزلوں کے مقابل پر بہت کم ہے لیکن ہندوستان کی تاریخ میں یہ چند مہلک ترین زلزلوں میں شمار ہوتا ہے۔ کانگڑہ میں واقع برجیش واری دیوی کا مندر، جسے محمود غزنوی نے فتح کیا تھا، اس زلزلہ میں مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا۔

کانگڑہ کے بعد سب سے زیادہ نقصان دھرمسالہ اور پالمپور میں ہوا۔ دھرمسالہ میں یوروپین بیرکس، جن میں اس وقت گورکھا رجمنٹ متعین تھی، مکمل طور پر تباہ ہو گئیں اور ۲۷۲ فوجی ہلاک ہو گئے۔ زلزلہ میں ہلاک ہونے والوں میں حکومت کے بہت سے افسر شامل تھے۔ پالمپور میں عیسائی کلیسیا تباہ ہو گیا۔ لاہور کانگڑہ سے ۲۰۰ کیلومیٹر پر واقع ہے لیکن یہاں بھی ریلوے سٹیشن اور میو ہسپتال کو نقصان پہنچا۔ شملہ میں ہندوستان کے اس وقت کے وائسرائے لارڈ کرزن کی بیوی کی خوابگاہ پر ایک چمنی گر گئی اور وہ ہلاکت سے بال بال بچی۔

ایک عیسائی مشنری خاتون کی عینی گواہی

اس زلزلہ کے وقت ایک امریکی عیسائی مشنری خاتون ہندوستان میں موجود تھی اور اس علاقے میں ٹھہری ہوئی تھی۔ اس خاتون نے امریکہ واپسی پر ایک کتاب تصنیف کی جس میں اس زلزلہ کا تفصیلی ذکر کیا۔ اس میں مصنّفہ نے بتایا کہ ان دنوں سیالکوٹ کے عیسائی مشن کی ۵۰ سالہ تقریبات کی تیاریاں ہو رہی تھیں جن کے سلسلہ میں وہ بھی مصروف تھی۔ اس کے بیان کے مطابق مرتفع علاقوں کے مشنوں میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ ڈاکٹر گورڈن جس نے ۱۸۵۴ء میں سیالکوٹ میں عیسائی مشن کی بنیاد رکھی تھی ان تقریبات کے سلسلہ میں سیالکوٹ جا رہا تھا کہ لاہور کے سٹیشن پر خوش قسمتی سے قلی کی ایک غلطی کی بنا پر موت سے بال بال بچا۔ زلزلہ کے نتیجے میں دھرمسالہ سے تمام رابطے منقطع ہونے کی بنا پر ایک آدمی پیادہ پا ۵۰ میل دور پٹھانکوٹ بھیجا گیا تا وہاں سے تار کے ذریعہ اطلاع دے کہ قریباً ۱۰۰ یورپین اور عیسائی دھرمسالہ اور کانگڑہ میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ کانگڑہ میں ایک جرمن عیسائی مشنری ڈیوبلے (Düble) صاحبہ بھی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس زلزلہ کا شکار ہو گئیں۔ شہر میں اس قدر اموات ہوئیں کہ دفنانے کے لئے لوگ نہ رہے چنانچہ لاشوں کو ڈھیر کی صورت میں اکٹھا کر کے جلا دیا گیا۔

کانگڑہ میں لڑکیوں کا جرمن مشنری سکول تھا جو مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ سکول کی ٹیچر جو جرمن تھی وہ تو بچ گئی لیکن ۱۴ ہندوستانی لڑکیاں جو وہاں رہتی تھیں سب کی سب لقمۂ اجل ہو گئیں۔ شہر میں واقع ہندوؤں کے مشہور مندر کی تباہی کے وقت اس میں قریبا ۱۰۰ پروہت سو رہے تھے وہ سب کے سب بھی مارے گئے۔ اس علاقہ کے انگریز ڈپٹی کمشنر اور دوسرے کئی انگریزوں کے اہل خانہ کی موت کی خبر بھی دی گئی ہے۔

(Marry J Campbell: Daughters of India, Illinois, 1908)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس زلزلہ کو اپنی سچائی کا ایک نشان بتایا ہے اور بار بار بڑے زور سے اس کو مخالفین کے سامنے پیش فرمایا ہے۔ نیز حضورؑ نے اس کے ذکر کے ساتھ ساتھ بار بار یہ تنبیہ فرمائی کہ یہ صرف ایک زلزلہ ہے اور اس کے بعد بہت سی دوسری آفات آنے والی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس قدر تواتر سے اور اس قدر بڑے پیمانے پر آفات آئیں گی کہ دنیا مجبور ہو جائے گی کہ اپنی روش بدلے۔ اس زلزلہ کے بعد بار بار حضورؑ کو مزید زلزلوں کے بارے میں الہامات ہوئے۔

کانگڑہ کیوں؟

گو کہ ایک زلزلہ کے آنے کی خبر تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو دے دی تھی لیکن اس کی کوئی جگہ متعین نہ تھی۔ اس لحاظ سے اس بات کا بھی جائزہ لینا چاہئے کہ یہ زلزلہ آخر کانگڑہ ہی میں کیوں آیا؟

اس ضمن میں زلزلہ کے کانگڑہ کے علاقے میں خصوصی طور پر تباہی مچانے کے متعلق ملفوظات میں ایک اہم نوٹ ملتا ہے جو اس حقیقت سے پردہ اٹھا رہا ہے نیز آئندہ کے لئے عقلمندوں کے واسطے اشارہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے حضورؑ کی محفل میں ذکر کیا کہ اس جگہ فحش بہت تھا۔

اس پر حضورؑ نے فرمایا:

”اسی واسطے وہاں عذاب بھی بہت ہوا“۔

(البدر ۱۳ اپریل ۱۹۰۵، ملفوظات جلد ۴ ص ۲۶۱ مطبوعہ قادیان ایڈیشن ۲۰۰۳)۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بدیوں میں خاص طور پر حدود و قیود کو پھلانگنے والے مقام اول طور پر اس بات کے متقاضی ہوتے ہیں کہ وہاں عذاب نازل ہو۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔

فحشاء کے علاوہ بھی اس جگہ میں بعض خصوصیات تھیں جو کہ اس کو مقامِ عذاب بنانے کا باعث بنیں۔ ان میں اس جگہ پر خاص ہندو مندروں کی موجودگی ہے جو کہ شرک کا گڑھ تھے۔ پھر عیسائی مشنری سکولوں اور تبلیغی ادارہ کی موجودگی بھی ہے جن کے ذریعہ سے وہاں شرک کی تعلیم پھیلائی جا رہی تھی۔ پھر یہ جگہ قادیان سے کچھ زیادہ دور بھی نہ تھی اور اس طرح پنجاب کے رہنے والوں پر جو کہ حضورؑ کے اول مخاطبین تھے اس منذر پیشگوئی کا اطلاق پانا ایک زبردست حجت تھی۔

احمدی محفوظ رہے

زلزلہ کی امتیازی خصوصیات میں یہ حیرت انگیز بات بھی ہے کہ اردگرد شدید تباہی کے باوجود احمدی بالکل محفوظ رہے۔ اور طاعون کی طرح یہاں بھی احمدی احباب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم کردہ دارالامان میں رہے۔ البدر ۲۰؍اپریل ۱۹۰۵ء میں درج ہے کہ حضورؑ کی خدمت میں جماعت کی طرف سے خبر پہنچائی گئی کہ دھرمسالہ میں موجود تمام احمدی زلزلہ سے محفوظ رہے۔ اسی طرح بھاگسو میں کئی سو آدمی مرے لیکن وہاں ایک ہی احمدی تھے، وزیر الدین صاحب ہیڈ ماسٹر، وہ اس آفت سے محفوظ رہے۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۶۳ اور ۲۶۴۔ مطبوعہ قادیان ایڈیشن ۲۰۰۳ء)

عجیب بات ہے کہ اس زلزلہ پر قریباً ۱۰۰ سال گزرنے پر پھر اس علاقے میں ایک بڑا زلزلہ آیا ہے جس کے نتیجہ میں سخت تباہی ہوئی ہے۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ اس دفعہ بھی فحاشی کے مراکز خصوصی طور پر تباہی کا شکار ہوئے ہیں، جن میں تھائی لینڈ سرفہرست ہے۔ اس دفعہ بھی کثیر تعداد میں مغربی عیسائی یا دہریہ اپنے ملکوں سے ہزاروں کیلومیٹر دور اس زلزلہ کا شکار ہوئے ہیں اور مسلمانوں میں انڈونیشیا پر تباہی آئی ہے جو کہ تھائی لینڈ کے بعد اس علاقے میں ہر معاملہ میں دوسرے نمبر پر ہے۔ جبکہ بنگلہ دیش، جو کہ ان تمام ممالک (انڈونیشیا، بھارت، سری لنکا وغیرہ) کے عین بیچ میں واقع ہے اور ان سب سے زیادہ خطرہ کا شکار ہے، کیونکہ اس کی سطح سمندر سے زیادہ اونچی نہیں، اس بلا سے محفوظ رہا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کی حکومت نے حال ہی میں مولویوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جماعت کے بنیادی حقوق کی حفاظت کی طرف قدم بڑھایا ہے۔ اطلاعات کے مطابق اس دفعہ بھی احمدی حیرت انگیز طور پر اس عذاب سے محفوظ رہے ہیں۔

❀❀❀ ❀❀❀

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔ (مینجر)

Fozman Foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

Nayaab Travel Fernreisen

احمدی احباب کے لئے ڈسلڈورف میں دنیا بھر کے خوشگوار سفر اور کم قیمت ٹکٹوں کے لئے ایک ہی نام۔ نایاب ٹریول۔

مزید معلومات اور فوری بکنگ کے لئے بی۔ بیگ اور نصیر بیگ سے رابطہ کریں

لندن جانے کے لئے فیری کے سستے ٹکٹ ہم سے خرید فرمائیں

Tel: 00 49 - 211 - 2205611 Fax: 00 49 - 211 - 220 5613

e-mail: nayaab@web.de

Pionier Str. 15 40215 - Dusseldorf (Germany)

حیاتِ قدسی حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ

سانپوں سے حفاظت کی دعاء

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب ''حیات قدسی'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

'' سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت میں ایک دفعہ جب یہ خاکسار بھی حضور کی بارگاہ قدسی میں حاضر تھا تو حضور اقدس علیہ السلام کی خدمت میں افریقہ کے بعض احمدی احباب کا مکتوب پہنچا جس میں یہ ذکر تھا کہ جس خطّہ میں ہم بود و باش رکھتے ہیں وہاں پر سانپوں کی بہت کثرت ہے جس کے باعث تکلیف کا سامنا ہے اور ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے اس کے لئے حضور کی خدمت میں درخواست دعا ہے اور یہ بھی عرض ہے کہ اس خطرہ سے حفاظت میں رہنے کے لئے کوئی دعا یا وظیفہ تحریر فرمایا جائے۔ اس درخواست کے جواب میں میرے سامنے حضور اقدسؑ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ انہیں لکھ دیا جائے کہ دونوں ''قُلْ'' یعنی قرآن کریم کی آخری سورتیں صبح وشام پڑھ لیا کریں۔ یہ دونوں سورتیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے باعث حرز وحفاظت ہوں گی۔ (حضور کے الفاظ کا مفہوم عرض کیا گیا ہے)۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس دعائیہ وظیفہ سے جماعت کے وہ احباب خطرہ سے مصئون رہے اور بہت سے دوسرے احباب نے بھی اس وظیفہ سے فائدہ اٹھایا ہے اور اب تک اٹھا رہے ہیں۔ فالحمدللّٰہ علیٰ ذٰلک۔

مالی مشکلات سے نجات کی دعا

ایک دفعہ خاکسار اور مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ کو قادیان دارالامان میں اکٹھا رہنے کا موقعہ ملا۔ ایک دن دوران گفتگو میں میں نے عرض کیا کہ آپ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا کوئی خاص واقعہ بتائیں۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ کی خاص برکات کا ایک واقعہ سنایا۔ آپ نے بیان کیا کہ مَیں ایک عرصہ تک مالی مشکلات میں مبتلا رہا اور کئی ہزار روپے کا مقروض ہو گیا۔ میں نے مالی مشکلات سے گھبرا کر بے چینی کی حالت میں حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور نہایت عاجزی سے اپنی مالی مشکلات کے ازالہ کے لئے درخواستِ دعا کی۔ اس پر حضور اقدسؑ نے فرمایا: میاں عبداللہ ہم بھی انشاء اللہ آپ کے لئے دعا کریں گے لیکن آپ اس طرح کریں کہ فرضوں کی نماز کے بعد گیارہ دفعہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا وظیفہ جاری رکھیں''۔

چنانچہ حضور اقدسؑ کے ارشاد کے مطابق میں نے کچھ عرصہ اس وظیفہ کو جاری رکھا اور خود حضور نے بھی دعا فرمائی۔ خدا کے فضل سے تھوڑے ہی عرصہ میں میرا سب قرض اتر گیا۔ اس کے بعد جب کبھی بھی مجھے مالی پریشانی ہوتی ہے تو مَیں یہی وظیفہ کرتا ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے کشائش کے سامان پیدا فرما دیتا۔ یہ وظیفہ میں نے بارہا پڑھا ہے اور اس سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کی یہ بات سُن کر مَیں نے عرض کیا کہ سیّدنا حضرت اقدس علیہ السلام تو اب وصال فرما چکے ہیں اگر حضورؑ اس دنیا میں ہوتے تو آپ کی طرح حضور سے اس وظیفہ کی اجازت لے کر اس سے فائدہ اٹھاتے۔ کیا اب یہ ممکن ہے کہ ہم بھی اس وظیفہ سے کسی صورت آپ سے اجازت حاصل کر کے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس پر حضرت مولوی صاحبؓ نے تبسّم فرماتے ہوئے فرمایا کہ مَیں نے اب تک اور کسی شخص کو بھی اس کی اجازت نہیں دی تھی۔ لیکن آپ کی خواہش پر آپ کو اس کی اجازت دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس بابرکت وظیفہ کی مجھے اجازت فرمائی۔ خاکسار بھی اب اپنی زندگی کے آخری ایّام میں ہے۔ لہٰذا مَیں ہر اس احمدی کو جو میری اس تحریر سے آگاہ ہو سکے اور اس وظیفہ سے فائدہ اٹھانا چاہے اپنی طرف سے اس وظیفہ کی اجازت دیتا ہوں۔

مختصر دعائے استخارہ

ایک دفعہ قادیان دارالامان میں خاکسار کی ملاقات ایمہ ضلع ہوشیار پور کے ایک دوست سے جو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ننھیال سے رشتہ دار تھے ہوئی۔ مَیں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کوئی بات حضرت اقدس علیہ السلام کی سنائیں۔ تو انہوں نے بیان کیا کہ مَیں نے ایک دن حضور اقدسؑ سے دعائے استخارہ کے متعلق دریافت کیا تو حضورؑ نے فرمایا کہ اگر مسنون دعائے استخارہ یاد نہ ہو۔ تو ان الفاظ کے ذریعہ ہی استخارہ کر لیا جائے۔ ''یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ۔ یَا بَصِیْرُ اَبْصِرْنِیْ۔ یَا عَلِیْمُ عَلِّمْنِیْ''۔ ان صاحب نے بتایا کہ مَیں استخارہ حضرت اقدسؑ کے بتائے ہوئے انہی الفاظ میں کر لیتا ہوں۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وظائف

ایک دفعہ میری موجودگی میں ایک شخص نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مریدوں کو کون سے وظائف اور اذکار بتایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ حضرت اقدس علیہ السلام عام طور پر درود شریف، استغفار، لاحول، سورۃ فاتحہ اور قرآن کریم کی تلاوت کا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

یونس نبی کی دعا

ایک دفعہ میں قصور شہر میں ایک تبلیغی جلسہ کی تقریب پر گیا۔ وہاں ایک دوست نے مجھ سے ذکر کیا کہ مَیں ان دنوں مشکلات اور مصائب سے گھرا ہوا تھا۔ اس لئے میں نے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے حضور درخواستِ دعا کی اور یہ بھی عرض کیا کہ دعا کے طور پر کوئی وظیفہ بھی بتایا جائے۔ جسے مَیں پڑھا کروں۔ حضور رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ آپ آیت کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کثرت سے پڑھا کریں اور اس کا وظیفہ اس طرح کریں کہ رات کے وقت اگر موسمِ سرما ہو تو منہ لحاف یا چادر میں ڈھانپ کر یہ آیتِ شریفہ پڑھیں اور پڑھتے پڑھتے سو جائیں۔ اس طرح کے عمل سے انشاء اللہ آپ کی تکالیف دور ہو جائیں گی۔

مَیں نے کہا یہ وظیفہ اس شان کا ہے کہ اگر انسان دریا کے اندر مچھلی کے پیٹ میں بھی محبوس ہو جائے تو اس ابتلاء سے بھی اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے اسے نجات عطا فرما دیتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات عطا فرمائی۔

میرا واقعہ اور یُونس نبی علیہ السلام کی تسبیح

ایک دفعہ میں سخت بیمار ہو گیا اور میری حالت نازک ہو گئی۔ باوجود ہر طرح کی کوشش کے کوئی علاج کارگر نہ ہو سکا۔ اطباء اور معالجوں نے میرے متعلق یاس آلود رائے کا اظہار کر دیا۔ اس نہایت ہی خطرناک اور نازک حالت میں مجھے الہام ہوا۔

''یاد ایامیکہ یونس بُود اندر بطنِ حوت''

مَیں نے اس الہام کے متعلق کئی بزرگ ہستیوں سے مطلب دریافت کیا لیکن کوئی توجیہ تسلّی بخش نہ ہو سکی۔ تب مَیں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی تفہیم کے لئے توجہ کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے سمجھایا گیا کہ اس الہام کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص کسی ایسے سخت ابتلا میں پھنس جائے جس سے بظاہر حالات نجات پانا نہایت دشوار ہو (جیسے حضرت یونس نبی علیہ السلام کے وہ ایام تھے جو آپ کو مچھلی کے پیٹ (بطنِ حوت) میں گزارنے پڑے جو ابتلا کے لحاظ سے اس قدر سخت تھے کہ ان سے نجات ناممکن نظر آتی تھی) تو ایسے شخص کو لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کے مبارک الفاظ میں تسبیح کرنی چاہئے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا خاص فضل نازل ہو کر ایسے ابتلاء سے نجات ملتی ہے۔

چنانچہ اس تسبیح کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بہت جلد مجھے بظاہر اس مایوس کن مرض سے شفا عطا فرمائی۔ فالحمدللّٰہ علیٰ ذٰلک۔

سفر اور روحانی زندگی

مجھے اپنی زندگی میں کثرت کے ساتھ سفر اختیار کرنے پڑے ہیں اور تبلیغی اغراض کے ماتحت میں نے ہندوستان کے طول وعرض میں ہر علاقہ اور تقریباً ہر بڑے شہر کی طرف سفر کیا ہے۔ یہ بات میرے تجربہ میں آئی ہے کہ سفر اور غریب الوطنی کی زندگی خشوع وخضوع اور توجہ الی اللہ پیدا کرنے کے لئے بہت مفید ہو سکتی ہے اور کبر و نازِ نفس اور قساوتِ قلبی کی اصلاح کے لئے بہت مُمِد ہے۔ میں نے اس بارہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مندرجہ ذیل کلام بہت ہی موزوں اور مناسب پایا ہے۔ ؎

تَغَرَّبْ عَنِ الْاَوْطَانِ اِنْ تَبْتَغِیْ الْعُلَا
وَسَافِرْ فَفِی الْاَسْفَارِ خَمْسُ فَوَائِدِ
تَفَرُّجُ هَمٍّ وَاکْتِسَابُ مَعِیْشَةٍ
وَعِلْمٌ وَاٰدَابٌ وَصُحْبَةُ مَاجِدِ

یعنی اگر تجھے اس بات کی آرزو ہے کہ سفلی زندگی سے نجات حاصل کر کے مراتب عالیہ تجھے نصیب ہوں تو غریب الوطنی اور مسافرانہ زندگی اختیار کر۔ کیونکہ سفر اختیار کرنے سے تجھے پانچ قسم کے فوائد حاصل ہونگے۔ اوّل طبیعت جن ہموم وتفکرات کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی ہے ان سے ہلکی ہو جائے گی۔ دوسرے روزی کمانے کی کوئی صورت پیدا ہو سکے گی۔ تیسرے حصول علم کا فائدہ پہنچ سکے گا۔ چوتھے مختلف قسم کے آداب اور تہذیب وتمدن کے طریقوں سے واقفیت حاصل ہو جائے گی۔ پانچویں اس سے بزرگ ترین ہستیوں کی صحبت کا فائدہ بھی پہنچ جائے گا۔

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

MOT
Cars: £35 Vans: £40
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

www.Budget-Hardware.de
Web Designing
Callshop اور Internet Cafe's
نیز کمپیوٹر کا ہر قسم کا سامان ارزاں نرخوں پر دستیاب ہے
+49 179 9702505 +49 611 58027984
info@budget-hardware.de www.budget-hardware.de

خطبہ جمعہ

جب اللہ تعالیٰ سے تعلق شدید ہو تو پھر شجاعت بھی آ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے انبیاء کا ایک خُلق بہادری اور شجاعت بھی ہوتا ہے۔
آنحضرتؐ میں یہ وصف تمام انسانوں سے بلکہ تمام نبیوں سے بھی بڑھ کر تھا۔

(احادیث نبویہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت و بہادری اور شجاعت کے مختلف واقعات کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 22/اپریل 2005ء بمطابق 22/شہادت 1384 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾

(سورۃ الاحزاب آیت :40)

اللہ تعالیٰ کے انبیاء کا ایک خُلق بہادری اور جرأت بھی ہوتا ہے۔اور یہ خدا تعالیٰ پر یقین اور توکّل کی وجہ سے مزید ابھرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے جو کام ان کے سپرد کئے ہوتے ہیں وہ اس وقت تک انجام نہیں دیئے جا سکتے جب تک جرأت اور بہادری کا وصف ان میں موجود نہ ہو۔دوسرے اوصاف کی طرح یہ وصف بھی انبیاء میں اپنے زمانے کے لوگوں کی نسبت سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم الانبیاء ہیں، ان میں تو یہ وصف تمام انسانوں سے بلکہ تمام نبیوں سے بھی بڑھ کر تھا۔جس کی مثالیں نہ اُس زمانے میں ملتی تھیں، نہ آئندہ زمانوں میں مل سکتی ہیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر جرأت کا مظاہرہ کیا ہے تاریخ میں کسی لیڈر کی ایسی مثال نظر نہیں آتی بلکہ سوواں، ہزارواں حصہ بھی نظر نہیں آتی۔انتہائی مشکل حالات میں بھی قوم کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے، اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے، ان کو صبر اور استقامت اور جرأت اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی تلقین نہ کی ہو۔ اور خود آپؐ کا عمل یہ تھا کہ اگر تنہا بھی رہ گئے اور دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں تب بھی کبھی کسی قسم کے خوف کا اظہار نہیں کیا۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اللہ کے پیغام پہنچایا کرتے تھے اور اس سے ڈرتے رہتے تھے اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ حساب لینے کے لحاظ سے بہت کافی ہے۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے بھی گزر چکی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے بڑھ کر اس کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے تھے۔آپؐ کا عمل اور صحابہؓ کی گواہیاں اس بات پر شاہد ہیں کہ خدائے واحد کا پیغام پہنچانے میں جس جرأت کا مظاہرہ آپؐ نے کیا وہ بے مثال ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں یہ جرأت اور اللہ کے علاوہ کسی اور کا خوف نہ کرنا۔

آپؐ میں اس وقت بھی یہ وصف تھا جب آپؐ پر ابھی اللہ تعالیٰ کی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔آپؐ کے اُس زمانے کے معمولات کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک روایت میں اس طرح کیا ہے۔ آپؓ بیان کرتی ہیں کہ شروع شروع میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہوا تو وہ رؤیائے صالحہ کی شکل میں ہوتا تھا یعنی خوابیں وغیرہ آیا کرتی تھیں۔کہتی ہیں کہ آپ رات کے وقت (یہ پہلی وحی سے پہلے کا واقعہ ہے) جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا تھا۔پھر آپ کو خلوت اچھی لگنے لگی تو آپؐ غارِ حرا میں بالکل اکیلے، کئی کئی راتیں خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے۔اور جتنے دن آپؐ وہاں قیام کرتے آپؐ اپنا زادِ راہ ساتھ لے جاتے اور جب یہ ختم ہو جاتا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس تشریف لاتے اور کھانے پینے کا مزید سامان ساتھ لے کر دوبارہ غارِ حرا میں چلے جاتے اور عبادتوں میں مشغول ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور آپؐ کے پاس حق آ گیا۔

(بخاری کتاب الوحی ۔کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ)

تو اس میں جہاں آپؐ کی خدا تعالیٰ سے محبت اور عبادتوں کا پتہ چلتا ہے وہاں آپؐ کی اس جرأت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپؐ بغیر کسی خوف اور ڈر کے کئی کئی راتیں غار میں اور جنگل میں، جہاں کئی قسم کے خطرات ہوتے ہیں، گزارا کرتے تھے۔

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اہل دنیا سے ایک نفرت اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالطبع تنہائی اور خلوت پسند آتی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی حالت تھی۔اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپؐ اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ آپؐ اس تنہائی میں ہی پوری لذّت اور ذوق پاتے تھے۔ایسی جگہ میں جہاں کوئی آرام کا اور راحت کا سامان نہ تھا اور جہاں جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو، آپؐ وہاں کئی کئی راتیں تنہا گزارتے تھے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کیسے بہادر اور شجاع تھے۔جب اللہ تعالیٰ سے تعلق شدید ہو تو پھر شجاعت بھی آ جاتی ہے اس لئے مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا۔اہل دنیا بزدل ہوتے ہیں۔ان میں حقیقی شجاعت نہیں ہوتی۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 317 جدید ایڈیشن)

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ وحی نازل ہونے کے بعد مختلف اوقات میں آپؐ نے کس قدر بہادری اور جرأت کے مظاہرے کئے۔مکّہ کی تیرہ سالہ زندگی میں یعنی دعویٰ نبوت کے بعد آپؐ کو ہر طرح سے ڈرایا دھمکایا گیا اور آپؐ کے بزرگوں اور پناہ دینے والوں کی پناہیں آپؐ سے ہٹانے کی کوششیں کی گئیں۔لیکن اس جرأت و شجاعت کے پیکر نے ان کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کی۔اس مکّی زندگی میں آپؐ پر ظلم اور زیادتیوں کے واقعات کی روایات جو ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتا ہوں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے کس بہادری اور جرأت اور بغیر کسی پریشانی اور گھبراہٹ کے اظہار کے ان سب چیزوں کا مقابلہ کیا۔آپؐ کو فکر رہتی تھی تو اپنے ماننے والوں کی۔ یہ فکر ہوتی تھی کہ ان پر ظلم نہ ہوں۔روایتوں کو پڑھتے ہوئے بعض دفعہ ذہن کے رجحان کے مطابق ایک آدھ پہلو سیرت کا سامنے آتا ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو بعض ایسی روایتیں ہیں جن میں ایک ایک حدیث میں آپؐ کی سیرت اور خُلق کے کئی پہلو نظر آتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکّہ میں تھے تو نہایت جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے دھڑک خانہ کعبہ کا طواف اور وہاں اپنے طریق پر عبادت کیا کرتے تھے۔ قریش مکّہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خانہ کعبہ میں اس طرح عبادت کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو بہت غصے میں آ جایا کرتے تھے کہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور پھر ہمارے سامنے ہی بغیر کسی جھجک کے اپنے طریق پر اپنی عبادتیں بھی کر رہے ہیں، طواف بھی کر رہے ہیں۔

چنانچہ ایک دفعہ ایسے ہی ایک موقع پر قریش کا رویہ کیا تھا اس کا ذکر عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز میں خانہ کعبہ کے قریب موجود تھا تو قریش کے سب بڑے بڑے لوگ حجر اسود کے پاس خانہ کعبہ میں اکٹھے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے لگے کہ یہ بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور ہم نے بڑا صبر کر لیا اور اب صبر کی انتہا ہو گئی ہے۔تو کہتے ہیں کہ یہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپؐ طواف میں مشغول ہو گئے۔ جب آپؐ طواف کرتے ہوئے ان لوگوں کے پاس سے گزرتے تو کفار آپؐ پر آوازے کستے تھے، بیہودہ باتیں آپؐ کے متعلق کرتے تھے۔ چنانچہ تین بار ایسا ہوا۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر دکھ محسوس کیا اور تیسری دفعہ آوازے کسنے پر آپؐ کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا کہ اے گروہ قریش! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مَیں تم جیسوں کی ہلاکت کی خبر لے کر آیا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس بات کا قریش پر ایسا اثر ہوا کہ وہ سکتے کی حالت میں آ گئے۔ اور جو شخص اُن میں سب سے زیادہ بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والا تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی نرمی سے بات کرنے لگا اور کہنے لگا کہ آپ تشریف لے جائیں۔ (جو بھی معذرت کی) پھر آپؐ وہاں سے تشریف لے آئے۔ دوسرے روز پھر یہ لوگ اکٹھے ہوئے اور ہر طرف سے آپؐ کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ تم ہی ہو جو ہمارے بتوں میں عیب نکالتے ہو، ہمارے دین کو برا بھلا کہتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں مَیں کہتا ہوں۔ تو دیکھیں کس جرأت سے آپؐ اکیلے، تن تنہا ظالموں اور جابروں کے گروہ کے بیچ میں چلے جایا کرتے تھے۔ قطعاً اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ یہ ظالم اور انسانیت سے عاری لوگ آپؐ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ ان کو للکار کر کہا کہ تم جو آج بڑھ بڑھ کر مجھ سے باتیں کر رہے ہو، مجھ پر باتیں بنا رہے ہو، میرے خلاف غلیظ اور انسانیت سے گری ہوئی گندی زبان استعمال کر رہے ہو یاد رکھو کہ تم لوگوں کی ہلاکت میرے ہاتھوں سے ہونی ہے۔

اب جس کو ذرا سا بھی دنیا کا خوف ہو، وہ ایسی بات نہیں کر سکتا۔ وہ تو مصلحت کے تقاضوں کی وجہ سے خاموش ہو جائے گا کہ کہیں مجھ سے اَور زیادتی نہ کریں۔ لیکن خدا کا یہ شیر سب کو للکارتا ہے بغیر کسی کی پرواہ کے، بغیر کسی خوف کے، بغیر کسی ڈر کے، اور اس للکار میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعب ہی ایسا دیا گیا ہے کہ باوجود مضبوط گروہ ہونے کے وہ سب اس بات پر خاموش ہو گئے جیسے جسم سے جان ہی نکل گئی ہو۔ اور پھر اس شرارت کرنے والے نے بڑی عاجزی دکھائی۔ بہرحال ان کی فطرت میں کیونکہ شرارت تو تھی، ان لوگوں کی فطرت میں گند تھا، اگلے دن پھر وہ لوگ اکٹھے ہوئے اور اسی طرح اکٹھے بیٹھے لیکن اب دُور سے آوازے نہیں کسے کیونکہ ایک دن پہلے جو واقعہ ہوا تھا کہ آپؐ کے کہنے پر سب سکتے میں آ گئے تھے، اس وقت اور بھی وہاں لوگ ہوں گے کسی نے کہا ہو گا کہ اس طرح تو ہماری عزت جاتی رہے گی، ہماری عزت خاک میں مل جائے گی اور آپؐ جس مقصد کو لے کے اٹھے ہیں اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تو اگلے روز ان سب نے دُور سے چر کے لگانے کی بجائے آپؐ کو گھیر لیا۔ اب کوئی راہ فرار نہیں ہے۔ سارے لوگ اردگرد اکٹھے ہیں۔ پھر پوچھا جا رہا ہے کہ کیا تم ہمارے بتوں کو برا کہتے ہو اور اُن کی برائیاں بیان کرتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں بھی فرماتے ہیں، جبکہ ہر طرف سے گھرے ہوئے ہیں، کہ ہاں مَیں صحیح کہتا ہوں۔ کیونکہ یہ جو تمہارے بُت ہیں ان بیچاروں میں تو کوئی طاقت ہی نہیں ہے۔ یہ تو خود تمہارے ہاتھوں سے بنے ہوئے ہیں۔ تو دیکھیں آپؐ نے یہ جواب کس جرأت سے دیا اور اس بات کی کوئی بھی پرواہ نہیں کی کہ یہ لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ اور اگلے ہی لمحے اس بات پر انہوں نے آپؐ پر زیادتی بھی کی۔

چنانچہ راوی کہتے ہیں کہ مَیں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے حضورؐ کی چادر مبارک پکڑ لی اور ابوبکرؓ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ یہ حالت دیکھ کر روتے ہوئے کھڑے ہوئے اور قریش سے کہنے لگے کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے۔ تب قریش نے آپؐ کو چھوڑ دیا اور وہاں سے چلے گئے۔ (السيرة النبوية لابن هشام ذكر ما لقى رسول الله من الاذى)

تو جس ارادے سے اگلے دن جمع ہوئے تھے۔ اس کو پورا بھی کرنا چاہا۔ ان کو پتہ تھا کہ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بتوں کے بارے میں سوال کریں گے تو آپؐ یقیناً بیزاری کا اظہار کریں گے اور اس صورت میں ہم انہیں ماریں پیٹیں گے۔ چنانچہ اسی ارادے سے آپؐ کو پکڑ بھی لیا لیکن حضرت ابوبکرؓ کی حمایت کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ شاید کچھ اور لوگ بھی ہوں جنہوں نے شرافت دکھائی ہو تو بہرحال ایسے حالات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی جرأت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔

پھر مکّہ میں بھی آپؐ کی جرأت کا وہ واقعہ دیکھیں جب سب سردار جمع ہو کر آپؐ کے چچا حضرت ابوطالب کے پاس آئے کہ اپنے بھتیجے کو روکو کہ اپنی تعلیم نہ پھیلائے ورنہ پھر ہم تمہارا بھی لحاظ نہیں کریں گے۔ اس پر چچا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھانے کے لئے بلایا تو آپؐ نے سمجھ لیا کہ اب میرے چچا بھی میری مدد نہیں کر سکتے۔ لیکن اس خیال نے آپؐ کی جرأت میں کمی نہیں کی بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس سے یقین میں اور جرأت میں اور اضافہ ہوا۔ اور فرمایا کہ چچا! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو پھر بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دے یا میں خود ہلاک ہو جاؤں۔

پھر وہ واقعہ بھی اکثر سنا ہوا ہے۔ میں بھی پہلے بیان کر چکا ہوں لیکن جب اس واقعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت اور بہادری کی نظر سے دیکھیں تو ایک اور شان اس کی نظر آتی ہے۔ جب اونٹوں کا ایک تاجر ابوجہل کو اونٹ فروخت کرتا ہے اور اونٹوں پر قبضہ کر لینے کے بعد ابوجہل نے اس کی رقم ادا نہیں کی اور کئی بہانے بنا رہا ہے۔ غریب آدمی بیچارا چکر لگا لگا کر تھک گیا ہے۔ سرداران قریش کے پاس فریاد لے کر گیا کہ مجھ پر رحم کرو اور ابوالحکم سے میری رقم دلوا دو۔ وہ سردار جو خود بھی اس ظالمانہ معاشرے کا حصہ تھے جنہوں نے خود بھی یقیناً کئی لوگوں کی رقمیں ماری ہوں گی اُس غریب الوطن کی مدد کرنے کی بجائے اس سے ٹھٹھا کرتے ہوئے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ دکھا رہے ہیں۔ اور کسی نیک نیتی سے نہیں دکھا رہے۔ بلکہ اس نیت سے کہ جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے گا تو آپؐ ابوجہل کے خوف کی وجہ سے یا اس کے سردار قریش ہونے کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ آپؐ کا شدید ترین مخالف ہے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیں گے۔ لیکن جب وہ غریب آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو بغیر کسی تردّد کے یہ جرأت و شجاعت کا پیکر اس آدمی کے ساتھ چل پڑا اور ابوجہل کے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل گھر سے باہر آیا تو اُسے کہا کہ تم نے اس شخص کے پیسے دینے ہیں۔ ابوجہل نے کہا ہاں دینے ہیں اور ابھی لایا۔ وہ گھر کے اندر گیا اور اس کی رقم لا کر ادا کر دی۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد آپؐ کے ساتھ تھی۔ اور اس کے نظارے بھی اللہ تعالیٰ نے اس طرح دکھائے کہ ابوجہل کو ایک خوفناک اونٹ نظر آیا۔ پس آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین نے ہی یہ جرأت بھی دلائی تھی کہ ایسے خطرناک دشمن کے گھر بغیر کسی حفاظتی سامان کے چلے جائیں۔ اور یہ شجاعت بھی صرف اور صرف آپؐ کا ہی خاصہ تھی۔

پھر دیکھیں جب مکّہ سے ہجرت کی تو پہلی پناہ کی جگہ ایک قریب کی غار تھی۔ دشمن تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ اندر بیٹھے ہوئے تھے اور دشمن اگر چاہتا تو آپؐ کو دیکھ سکتا تھا بلکہ اندر بیٹھے ہوؤں کا خیال تھا کہ ضرور دیکھ بھی لے گا غار بھی کوئی ایسی غار نہیں تھی جس کا منہ تنگ ہو اور اندر سے گہری ہو یا چھپ کے ایک کونے میں آدمی چلا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ پریشان ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پریشانی کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ ایک ہی بات ذہن میں ہے کہ اگر کوئی ڈر یا خوف کسی چیز کا، کسی ذات کا ہونا چاہئے تو وہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ کی خاطر کوئی کام ہو رہا ہے تو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

غار میں بیٹھنے کے واقعہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں بیان کرتے ہیں کہ مَیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا۔ میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو تعاقب کرنے والوں کے پاؤں دکھائی دیئے۔ اس پر مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی نظر

found.

نیچے کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا اے ابوبکر! ہم دو ہیں اور ہمارے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ تو جہاں یہ واقعہ خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین کا اظہار کرتا ہے۔ وہاں آپؐ کی جرأت و شجاعت کا بھی اظہار ہو رہا ہے۔ آپؐ خاموشی سے اشارہ بھی کر سکتے تھے کہ خاموش رہو۔ باہر لوگ کھڑے ہیں بولو نہیں ۔ لیکن خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین کی وجہ سے آپؐ میں جو جرأت تھی اس کی وجہ سے دشمن کے سر پر کھڑا ہونے کے باوجود اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ابوبکر فکر نہ کرو، خدا ہمارے ساتھ ہے۔

(بخاری کتاب المناقب باب ہجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة)

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’دشمن غار پر موجود ہیں اور مختلف قسم کی رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس غار کی تلاشی کرو کیونکہ نشان پا یہاں تک آ کر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اُن میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہاں انسان کا گزر اور دخل کیسے ہوگا مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے۔ کبوتر نے انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اس قسم کی باتوں کی آوازیں اندر پہنچ رہی ہیں۔ اور آپؐ بڑی صفائی سے اُن کو سن رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دشمن آئے ہیں کہ وہ خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور دیوانے کی طرح بڑھتے آتے ہیں۔ لیکن آپؐ کی کمال شجاعت کو دیکھو کہ دشمن سر پر ہے اور آپؐ اپنے رفیق صادق صدیقؓ کو فرماتے ہیں ﴿لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبة:40)۔ یہ الفاظ بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ نے زبان ہی سے فرمایا کیونکہ یہ آواز کو چاہتے ہیں‘‘۔ یعنی یہ الفاظ بولے بغیر تو ادا نہیں ہو سکتے۔ ’’اشارہ سے کام نہیں چلتا۔ باہر دشمن مشورہ کر رہے ہیں اور اندر غار میں خادم و مخدوم بھی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس امر کی پروا نہیں کی گئی کہ دشمن آواز سن لیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر کمال ایمان اور معرفت کا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر پورا بھروسہ ہے‘‘۔ فرمایا کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے لئے تو یہ نمونہ ہی کافی ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ250-251 جدید ایڈیشن)

پھر دشمن کے چلے جانے کے بعد اور یہ اطمینان ہو جانے کے بعد کہ اب غار سے نکل کر اگلا سفر شروع کیا جا سکتا ہے۔ آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غار سے نکلے اور جو بھی انتظام کیا تھا اس کے مطابق وہاں سواریاں پہنچ گئی تھیں۔ ان پر سوار ہوئے اور سفر شروع ہو گیا۔ لیکن کفار مکّہ نے آپؐ کے پکڑے جانے کے لئے 100 اونٹ کا انعام مقرر کیا ہوا تھا۔ اور اس کے لالچ میں کئی لوگ آپؐ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ ان میں ایک سراقہؓ بن مالک بھی تھے تو ان کا بیان ہے کہ مَیں گھوڑا دوڑاتے دوڑاتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر نزدیک ہو گیا کہ میں آپؐ کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ آپؐ دائیں بائیں بالکل نہیں دیکھتے تھے ہاں حضرت ابوبکرؓ بار بار دیکھتے جاتے تھے۔ تو اس حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گھبراہٹ نہیں تھی بلکہ آرام سے کلام الٰہی کی تلاوت فرما رہے تھے۔

(بخاری کتاب المناقب الانصار باب معجزة النبی واصحابه الی المدینة)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ فکر کیوں کرتے ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین تھا۔ آپؐ کو ہر وقت اور ہر موقع پر یہی یقین ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے ساتھ ہے جس کی وجہ سے خطرناک سے خطرناک موقعے پر بھی آپؐ کو کبھی گھبراہٹ نہیں ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امن پسند طبیعت لڑائیوں اور جنگوں کو نہیں چاہتی تھی۔ لیکن فطرتی جرأت اور بہادری کو بھی یہ گوارا نہیں تھا کہ دشمن سے اگر مقابلہ ہو جائے تو پھر بزدلی کا مظاہرہ کیا جائے۔ اور آپؐ اپنے صحابہؓ کو بھی یہ نصیحت فرماتے تھے کہ اگر جنگ ٹھونسی جائے تو پھر بزدلی نہیں دکھانی۔

چنانچہ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر دشمن سے مقابلے کے لئے اتنا انتظار فرمایا کہ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر آپؐ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو بلکہ اللہ سے عافیت طلب کرتے رہو۔ لیکن جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو صبر و استقامت دکھاؤ اور اس بات کا یقین کرو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتٰبَ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَھَازِمَ الْاَحزَابِ اِھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ اے اللہ! جو کتاب نازل کرنے والا ہے۔ بادلوں کو چلانے والا ہے اور دشمن گروہوں کو شکست دینے والا ہے تو ان لوگوں کو شکست دے اور ہمیں اپنی مدد سے ان پر غلبہ عطا فرما۔ (متفق علیه)

اور جب دعاؤں کے ساتھ آپؐ دشمن کے حملوں کا جواب دیتے تھے تو پھر جرأت و بہادری کے وہ اعلیٰ جوہر آپؐ دکھا رہے ہوتے تھے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ صحابہؓ میں سے بڑے بڑے بہادر بھی آپ کی جرأت و بہادری کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے اور اس بات کی گواہی خود صحابہؓ دیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم جب شدید لڑائی شروع ہو جاتی تو ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھال بنا کر لڑتے تھے۔ اور ہم میں سے بہادر وہی سمجھا جاتا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ لڑتا تھا۔ (مسلم کتاب الجہاد باب فی غزوة حنین)

اصولی طور پر جب جنگ ہو رہی ہو تو خطرناک جگہ بھی وہی ہونی چاہئے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تھے کیونکہ دشمن کی تو یہی کوشش ہوتی ہے کہ جب کسی قوم سے جنگ ہو تو یا مخالف قوم کے لیڈر کو قتل کر دیا جائے یا اس کو گرفتار کر لیا جائے تا کہ اس کی قوم کا حوصلہ پست ہو جائے اور فوجوں کا حوصلہ پست ہو جائے اور جنگ ختم ہو جائے۔ اس لئے دشمن کا سارا زور مرکز کی طرف ہوتا ہے اور خاص طور پر جب آمنے سامنے جنگ ہو رہی ہو، اور قوم کے لیڈر بھی اس میں موجود ہوں تو پھر اندازہ کریں کہ کس طرح شدت کے ساتھ مخالف فوجیں اس مرکز میں پہنچنے کی کوشش کرتی ہوں گی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی فطرتی جرأت اور بہادری کی وجہ سے دشمنوں کے سامنے بہت زیادہ آ جایا کرتے تھے اور پھر ایسے میں آپؐ کے جانثار صحابہؓ بھی کس طرح برداشت کرتے کہ آپؐ کو اکیلا چھوڑیں۔ صحابہ کے لئے بھی جنگ میں یہی سخت ترین مقام ہوتا تھا اور دشمن کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ مرکزی ٹارگٹ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس لئے صحابہ پر حملہ کرنے کی نسبت آپؐ پر حملہ کرنے کی زیادہ کوشش ہوتی تھی۔ لیکن دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا لیڈر بھی کسی قوم کو کیا ملا ہوگا کہ جو آپؐ کے اردگرد اکٹھے ہو رہے ہیں، جمع ہو رہے ہیں کہ دشمن کا حملہ سخت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے محفوظ رکھنا ہے۔ وہ یہ اعتراف کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے ڈھال ہوتے تھے۔ آپؐ بھی اس فکر سے جنگ میں دشمن کے حملوں کو ناکام کرتے تھے، اس فکر سے لڑ رہے ہوتے تھے کہ مَیں نے اپنے صحابہؓ کی حفاظت بھی کرنی ہے اور دشمن کے حملوں کو ناکام بھی کرنا ہے۔ تو یہ تھے جرأت و شجاعت و بہادری کے نمونے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے۔

پھر جنگ بدر کے موقع پر آپؐ کی جرأت و بہادری کا ایک واقعہ ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ مدینے سے روانہ ہوئے اور مشرکین سے پہلے بدر کے میدان میں پہنچ گئے۔ پھر مشرکین بھی پہنچ گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی آگے نہ بڑھے جب تک مَیں اس سے آگے نہ ہوں۔ یعنی میرے پیچھے رہنا اور دشمن سے مقابلے کے وقت مَیں ہی سب سے آگے ہوں گا۔ پھر جب مشرکین آگے بڑھ کر اسلامی فوج کے قریب آئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس جنت کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھو جس کی لمبائی اور چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے۔ یعنی جب باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی تو پھر سب کو اجازت دی کہ اب اپنے اپنے ہنر دکھاؤ اور اب جنگ میں کود پڑو۔ اب بزدلی نہیں دکھانی۔ اور آپؐ بھی ان میں پیش پیش تھے۔ (صحیح مسلم)

پھر آپؐ کی جنگ کے بارے میں حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میدان جنگ خوب گرم ہو جاتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد شدید لڑائی شروع ہو جاتی، جیسا کہ مَیں نے کہا کہ زیادہ مرکز کی طرف حملہ ہوتا تھا۔ تو کہتے ہیں کہ ہم رسول کریمؐ کی پناہ لیا کرتے تھے۔ ایسے مواقع پر تمام لوگوں کی نسبت آپؐ دشمن کے زیادہ قریب ہوا کرتے تھے۔ پھر آگے کہتے ہیں کہ بدر میں مَیں نے آپؐ کو دیکھا میں آپؐ کی پناہ لئے ہوئے تھا حالانکہ آپؐ کفار کے بالکل قریب پہنچے ہوئے تھے اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ سخت جنگ کی۔ جنگ کی شدت میں جب اس طرح آمنے سامنے جنگ ہو رہی ہو تو پتہ نہیں لگتا کہ اپنوں میں کون اپنے ساتھ ہے۔ تو جب حضرت علیؓ نے دشمن کے وار سے بچ کر دیکھا ہوگا یا یہ دیکھا ہوگا کہ مجھے کس نے وار سے بچایا تو دیکھا آپؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے تو حضرت علیؓ کے متعلق مشہور ہے کہ جنگی حربوں کے ماہر تھے اور انتہائی نڈر انسان تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت و بہادری کے بارے میں جو آپ بیان کر رہے ہیں تو آپ ان کی پناہ میں ہیں۔

(الشفاء لقاضی عیاض فصل وأما الشجاعة صفحه66)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

پھر جنگ اُحد کا واقعہ دیکھیں جب بعد مشورہ آپ کی مرضی کے خلاف باہر جا کر دشمن سے مقابلے کا فیصلہ ہوا اور بعض صحابہؓ کو بعد میں اپنی غلطی کا احساس بھی ہوا اور اس پر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکنے کی کوشش بھی کی۔ تو جو جواب آپؐ نے دیا وہ جہاں آپ کے توکّل کو ظاہر کرتا ہے وہاں آپؐ کی جرأت وشجاعت کا بھی اس میں خوب اظہار ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بات نبی کی شان کے خلاف ہے کہ جب وہ ایک دفعہ ہتھیار باندھ لے پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ فرمانے سے پہلے اتار دے۔ یعنی یا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو یا پھر اب میدان جنگ میں ہی فیصلہ ہوگا۔ اب جنگ سے بچنے کے لئے میں یہ کام نہیں کروں گا یہ جرأت ومردانگی کے خلاف ہے۔ اور نبی بھی وہ نبی جو خاتم الانبیاء ہے وہ اب یہ بزدلی کا کام کس طرح کرسکتا ہے۔ اور پھر جب مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور دشمن نے مسلمانوں کو کچھ نقصان پہنچایا، مسلمان تتر بتر ہو گئے، اس وقت بھی آپؐ ایک مضبوط چٹان کی طرح ڈٹے رہے۔

یہ بھی ایک عظیم واقعہ ہے۔ اس کا مختلف روایات میں ذکر آتا ہے۔ ایک جگہ یوں ذکر ملتا ہے کہ غزوہ احد میں بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریباً اکیلے ہی رہ جاتے تھے۔ کسی ایسے ہی موقعہ پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے مشرک بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا ایک پتھر آپؐ کے چہرہ مبارک پر لگا جس سے آپؐ کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور ہونٹ بھی زخمی ہوا۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ایک اور پتھر جو عبداللہ بن شہاب نے پھینکا تھا اس نے آپؐ کی پیشانی کو زخمی کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تیسرا پتھر جو ابن قمئه نے پھینکا تھا آپؐ کے رخسار مبارک پر لگا جس سے آپؐ کے خود کی دو کڑیاں آپؐ کے رخسار (کلوں) میں چبھ گئیں۔ (ابن هشام ذكر غزوة احد جزء 3 وزرقانی بحواله سيرت خاتم النبيين صفحه494)۔ آپؐ لہولہان ہو گئے تھے لیکن کوئی پناہ گاہ تلاش نہیں کی کہ جہاں بیٹھ کر پٹی کروائیں اور خون صاف کریں یا آرام کریں۔ اور صرف اس لئے کہ آپؐ کی یہ جرأت دیکھ کر مسلمان بھی جمع ہوں اور دشمن کا مقابلہ کریں جیسا کہ مقابلہ کرنے کا حق ہے۔

پھر دیکھیں اسی زخمی حالت میں جب آپؐ لہولہان تھے، جنگ تقریباً ختم تھی کیونکہ اب کفار اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے اور مسلمان شہداء کے چہرے بگاڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ اُس زمانے میں رواج تھا کہ ناک کان وغیرہ کاٹ لیتے تھے تو اس وقت جب جنگ ذرا ٹھنڈی ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ ایک محفوظ جگہ پر جانے لگے تو راستے میں ابی بن خلف نے آپؐ کو دیکھ لیا اور پہچان لیا اور آپؐ پر وار کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ اس وقت آپؐ زخمی حالت میں تھے۔ لیکن اس وقت بھی آپؐ نے جرأت کا مظاہرہ کیا۔

اس واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے کہ جنگ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہونے کے بعد جب صحابہؓ کے ساتھ ایک گھاٹی میں ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ پہاڑی کی طرف جا رہے تھے تو بہرحال ابی بن خلف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر للکارتے ہوئے پکارا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آج تم بچ گئے تو میری زندگی عبث ہے، فضول ہے صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی اس کی طرف بڑھے!۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے چھوڑ دو اور راستے سے ہٹ جاؤ۔ اسے میری طرف آنے دو۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ تھام لیا اور آگے بڑھ کر اس کی گردن پر ایک ہی وار کیا جس سے وہ چنگھاڑتا ہوا مڑا اور اپنے گھوڑے سے زمین پر گر گیا، قلابازیاں کھانے لگا۔ (سيرت ابن هشام، غزوه احد، مقتل ابی بن خلف۔ مطبع مصطفى البابى الحلمى مصر 1936الجزء الثالث صفحه89)

اس حالت میں جو کمزوری کی حالت تھی، خون بے تحاشا بہا ہوا تھا، زخمی تھے، مرہم پٹی بھی کوئی نہیں ہوئی تھی۔ آپؐ نے کسی صحابی کو آگے نہیں بڑھنے دیا بلکہ فرمایا کہ نہیں اس کا علاج میں نے ہی کرنا ہے۔ کیونکہ مکّہ میں ایک دفعہ اس نے آپؐ کو چیلنج دیا تھا کہ آپؐ (نعوذ باللہ) میرے ہاتھ سے مریں گے۔ تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ نہیں بلکہ تم میرے ہاتھ سے مرو گے۔ وہ آدمی جو سواری پر بھی تھا، بظاہر ٹھیک بھی تھا، زخمی بھی نہیں تھا۔ آپؐ زخموں سے لہولہان تھے اور سواری پر ہونے کی وجہ سے وہ بہتر طور پر آپؐ پر حملہ کرسکتا تھا۔ اس کے باوجود آپؐ نے اپنی جرأت اور شجاعت کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے صحابہؓ کو کہا کہ نہیں تم پرے ہٹ جاؤ۔ اس کا مَیں علاج کروں گا۔ اور اسی نیزے کے زخم سے وہ بعد میں مکّہ کے راستے میں واپس جاتے ہوئے فوت بھی ہو گیا تھا۔

پھر جرأت اور شجاعت کی ایک اور اعلیٰ مثال ہے۔ غزوہ اُحد کے اگلے دن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ہمراہ مدینہ پہنچے تو آپؐ کو یہ اطلاع ملی کہ کفار مکّہ دوبارہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہے ہیں کیونکہ بعض قریش ایک دوسرے کو یہ طعنے دے رہے تھے کہ نہ تو تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا۔ (نعوذ باللہ)۔ اور نہ مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنایا اور نہ ان کے مال ومتاع پر قبضہ کیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب کا فیصلہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ ہم دشمن کا تعاقب کریں گے اور اس تعاقب کے لئے میرے ساتھ صرف وہ صحابہؓ شامل ہوں گے جو گزشتہ روز غزوۂ اُحد میں شامل ہوئے تھے۔ (الطبقات الكبرىٰ لأبن سعد جلد دوم صفحه 274 غزوه رسول الله ﷺ حمراء الأسد)۔ ایسی حالت میں جب آپؐ خود بھی زخمی تھے اور صحابہ کی اکثریت بھی زخمی تھی بلکہ شاید تمام کے تمام زخمی تھے۔ آپؐ نے اپنے سے بڑے دشمن کے تعاقب کا فیصلہ کیا۔ اور صحابہؓ میں بھی یہ روح پھونکی کہ شجاعت دکھاؤ گے تو کامیابیاں حاصل کرو گے۔ آپؐ کا یہ جرأتمندانہ فیصلہ ایسا تھا کہ جس نے دشمن کو پریشان کر دیا اور وہ جو دوبارہ حملے کی سوچ رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے تو وہیں سے واپس مکّہ کی طرف مڑ گیا۔ یہ جنگی لحاظ سے جہاں اہم فیصلہ تھا وہاں آپؐ کی جرأت وشجاعت کا بھی اظہار کرتا ہے۔

پھر جنگ حنین میں آپؐ کی بہادری کی روایت ملتی ہے۔ ابو اسحاق سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص حضرت براءؓ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے جنگ حنین کے موقع پر دشمن کے مقابلے پر پیٹھ پھیر لی تھی؟۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مَیں سب کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ضرور گواہی دوں گا کہ آپؐ نے دشمن کے شدید حملے کے وقت بھی پیٹھ نہیں پھیری تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہوازن قبیلے کے خلاف جب مسلمانوں کا لشکر نکلا تو انہوں نے بہت ہلکے پھلکے ہتھیار پہنے ہوئے تھے یعنی ان کے پاس زرہیں وغیرہ اور بڑا اسلحہ نہیں تھا اور ان میں بہت سے ایسے تھے جو بالکل نہتّے تھے۔ لیکن اس کے مقابل پر ہوازن کے لوگ بڑے کہنہ مشق تیر انداز تھے۔ جب مسلمانوں کا لشکر ان کی طرف بڑھا تو انہوں نے اس لشکر پر تیروں کی ایسی بوچھاڑ کر دی جیسے ٹڈی دل کھیتوں پر حملہ کرتی ہے۔ اس حملے کی تاب نہ لا کر مسلمان بکھر گئے۔ لیکن اُن کا ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا۔ حضورؐ ایک خچر پر سوار تھے جسے آپؐ کے چچا ابوسفیان بن حارث لگام سے پکڑے ہوئے ہانک رہے تھے۔ جب مسلمانوں کو اس طرح بکھرتے ہوئے دیکھا تو آپؐ کچھ وقفے کے لئے اپنے خچر سے نیچے اترے اور اپنے مولا کے حضور دعا کی۔ پھر آپؐ خچر پر سوار ہو کر مسلمانوں کو مدد کے لئے بلاتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھے اور آپؐ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

میں خدا کا نبی ہوں اور یہ سچی بات ہے لیکن میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ یعنی میری غیر معمولی جرأت دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ میں کوئی فوق البشر چیز ہوں۔ ایک انسان ہوں اور اسی طرح جرأت دکھا رہا ہوں۔ اور آپؐ یہ دعا کرتے جاتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ نَزِّلْ نَصْرَکَ اے خدا! اپنی مدد نازل کر۔ پھر حضرت براء نے کہا کہ حضورؐ کی شجاعت کا حال سنو کہ جب جنگ جوبن پر ہوتی تھی تو اس وقت حضورؐ سب سے آگے ہو کر سب سے زیادہ بہادری سے لڑ رہے ہوتے تھے۔ اور ہم لوگ اس وقت حضورؐ کو ہی اپنی ڈھال اور اپنی آڑ بنایا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے زیاہ وہی بہادر سمجھا جاتا تھا جو حضورؐ کے شانہ بشانہ لڑتا تھا۔ (صحيح مسلم كتاب الجهاد باب فتح مكه)۔ تو کئی جگہوں سے اس کی گواہی ملتی ہے ایک آدھ صحابی کی مثال نہیں ہے۔

تو یہ تھے جنگوں کے واقعات کہ کس طرح آپؐ جرأت دکھاتے تھے اور کس طرح ان جنگوں میں صحابہؓ کی فکر کرتے تھے۔ آپؐ ایک ایسے لیڈر تھے جو ہر وقت اپنی رعایا کی، اپنے ماننے والوں کی فکر میں رہتے تھے۔ ان کی حفاظت کا خیال رکھتے تھے اور راتوں کو اٹھ کر بے خوف ہو کر حالات کا جائزہ لیا کرتے تھے۔

اسی طرح کے ایک واقعہ کا روایت میں ذکر ملتا ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب انسانوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور سب انسانوں سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ کو خطرہ محسوس ہوا۔ کسی طرف سے کوئی آواز آئی اور لوگ آواز کی طرف دوڑے۔ تو سامنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے ملے۔ آپؐ بات کی چھان بین کر کے واپس آ رہے تھے۔

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact **Muhammad Sajid Qamar**
Tel: 020 8239 8312 Mobile:07734470783 Fax: 020 8664 1190
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

اورحضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پرسوار تھے۔آپؐ نے اپنی گردن میں تلوار لٹکائی ہوئی تھی۔آپؐ نے ان لوگوں کوسامنے سے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ڈرو نہیں، ڈرو نہیں مَیں دیکھ کرآیا ہوں کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے ابوطلحہ کے گھوڑے کے متعلق فرمایا کہ ہم نے اس کو تیز رفتاری میں سمندر جیسا پایا۔(صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الحمائل وتعلیق السیف بالعنق)

ایک اورروایت میں آتا ہے کہ ان دنوں مدینے میں دشمن کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا جس کی وجہ سے ہرکوئی چوکس رہتا تھا کہ دشمن کہیں اچانک حملہ نہ کردے۔ایسے حالات میں جب دشمن کی طرف سے خطرہ بھی ہواس وقت اکیلے جا کر جائزہ لے کر واپس آنا غیر معمولی جرأت کا اظہار ہے۔اور پھراتنی فکر میں،اتنی جلدی میں آپؐ گئے کہ گھوڑے پرزین بھی نہیں ڈالی۔اسی حالت میں گھوڑے کی ننگی پیٹھ پرہی روانہ ہوگئے تاکہ جلدی سے جائزہ لیا جاسکے۔دوسرے لوگ، دوسرے کام کرنے والے لوگ ابھی سوچ رہے ہیں کہ کس طرح جائزہ لیں، کس طرف سے شور کی آواز آئی ہے۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی پریشانی دور کرنے کے لئے ہرطرف سے پھرپھرا کر،تسلی کا پیغام لے کران کے نکلنے سے پہلے واپس بھی پہنچ گئے۔عام حالات میں تو کوئی بھی جائزہ لے سکتا ہے لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا، ایسے حالات میں جب دشمن کی طرف سے خطرہ بھی ہو ایسی جرأت کا مظاہرہ کوئی انتہائی جرأت مند ہی کرسکتا ہے۔اور یقیناً آپؐ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ اس روایت سے آپؐ کے بہترین اور جرأت مند سوار ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ گھوڑا ابھی منہ زور تھا (اس کے متعلق یہی مشہور تھا کہ بڑا منہ زور ہے)اور بغیر کاٹھی کے اس پر سوار ہوئے۔سواری کرنے والے جانتے ہیں کہ ایسے گھوڑے کو قابو کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے اور پھر بغیر زین کے۔ غرض کوئی پہلو لے لیں جہاں بھی جرأت ومردانگی کے اظہار کی ضرورت محسوس ہوگی یا نظر آئے گی وہاں اس وصف میں سب سے بڑھی ہوئی ذات ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نظر آئے گی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپؐ کی جرأت وشجاعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''ایک وقت ہے کہ آپ فصاحت بیانی سے ایک گروہ کوتصویر کی صورت حیران کررہے ہیں۔ایک وقت آتا ہے کہ تیروتلوار کے میدان میں بڑھ کر شجاعت دکھاتے ہیں۔سخاوت پر آتے ہیں تو سونے کے پہاڑ بخشتے ہیں۔حلم میں اپنی شان دکھاتے ہیں تو واجب القتل کو چھوڑ دیتے ہیں۔الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بےنظیر اور کامل نمونہ ہے جو خداتعالیٰ نے دکھادیا ہے۔اس کی مثال ایک بڑے عظیم الشان درخت کی ہے جس کے سایہ میں بیٹھ کر انسان اس کے ہر جزو سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرلے۔اس کا پھل، اس کا پھول اور اس کی چھال، اس کے پتے غرض کہ ہر چیز مفید ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان درخت کی مثال ہیں جس کا سایہ ایسا ہے کہ کروڑ ہا مخلوق اس میں مرغی کے پروں کی طرح آرام اور پناہ لیتی ہے۔لڑائی میں سب سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا تھا۔کیونکہ آپؐ بڑے خطرناک مقام میں ہوتے تھے۔سبحان اللہ! کیا شان ہے۔اُحد میں دیکھو کہ تلواروں پر تلواریں پڑتی ہیں ایسی گھمسان کی جنگ ہورہی ہے کہ صحابہؓ برداشت نہیں کرسکتے مگر یہ مرد میدان سینہ سپر ہوکر لڑ رہا ہے۔اس میں صحابہؓ کا قصور نہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا بلکہ اس میں بھید یہ تھا کہ تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا نمونہ دکھایا جاوے۔ایک موقع پر تلوار پر تلوار پڑتی تھی اور آپؐ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے''۔ (یعنی حنین کے واقعہ کا ذکر ہے کہ محمد رسول اللہ میں ہوں)۔'' کہتے ہیں حضرت کی پیشانی پر ستر زخم لگے مگر زخم خفیف تھے۔یہ خُلقِ عظیم تھا ۔''(ملفوظات جلد اول صفحہ 84جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ ہم سب کوآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ:حاصل مطالعہ از صفحہ نمبر 16

لوگوں کا ایک ذرّہ بھر خوف بھی دل میں نہ لاؤ''۔

(ایضًا صفحہ 581-583)

خدا کے بندوں کی ہمدردی

''مبلغ کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ جہاں جائے وہاں کے لوگوں پر ثابت کرے کہ وہ ان کا ہمدرد وخیرخواہ ہے۔جب لوگ اسے اپنا خیرخواہ سمجھیں گے تو اس کی باتوں کو بھی سنیں گے اور ان پر اثر بھی ہوگا''۔

(انوارالعلوم جلد 5صفحہ 583)

جنرل نالج میں دسترس

''مبلغ کو جنرل نالج حاصل ہونا چاہئے تاکہ کوئی اسے جاہل نہ سمجھے۔ہاں یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک علم کا عالم ہی ہو لیکن کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور ہونی چاہئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ آپؓ ایک بیمار کو دیکھنے کے لئے گئے۔وہاں ایک اور طبیب صاحب بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے اہل خانہ سے پوچھا کہ تھرمامیٹر لگا کر بیمار کو دیکھا ہے یا نہیں۔طبیب صاحب نے کہا اگر آپ نے انگریزی دوائیاں استعمال کرنی ہیں تو مَیں جاتا ہوں۔ مولوی صاحب نے فرمایا تھرمامیٹر کوئی دوائی نہیں بلکہ ایک آلہ ہے جس سے بخار کا درجہ معلوم کیا جاتا ہے کہ کس قدر ہے۔اس نے کہا کہ آلہ ہو یا کچھ اور، ہر ایک انگریزی چیز گرم ہوتی ہے اور بیمار کو پہلے ہی بہت زیادہ گرمی ہے۔تو اس قسم کے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں عام باتوں کا کچھ بھی علم نہیں ہوتا اور مجلسوں میں سخت حقیر سمجھے جاتے ہیں۔

مبلّغ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ علمِ مجلس سے واقف ہو اور کسی بات کے متعلق ایسی لاعلمی کا اظہار نہ کرے جو بے وقوفی کی حد تک پہنچی ہوئی ہو۔

حضرت صاحبؑ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بادشاہ تھا جو کسی پیر کا بڑا معتقد تھا اور اپنے وزیر کو کہتا رہتا تھا کہ میرے پیر سے ملو۔وزیر چونکہ اس کی حقیقت کو جانتا تھا اس لئے ٹلاتا رہتا۔آخر ایک دن جب بادشاہ پیر کے پاس گیا تو وزیر کو بھی ساتھ لیتا گیا۔پیر صاحب نے بادشاہ سے مخاطب ہوکر کہا: بادشاہ سلامت !دین کی خدمت بڑی اچھی چیز ہے۔سکندر بادشاہ نے دین اسلام کی خدمت کی اور وہ اب تک مشہور چلا آتا ہے۔یہ سن کر وزیر نے کہا دیکھئے حضور! پیر صاحب کو ولایت کے ساتھ تاریخ دانی کا بھی بہت بڑا ملکہ ہے۔اس پر بادشاہ کو اس سے نفرت ہوگئی۔

حضرت صاحب یہ قصہ سنا کر فرمایا کرتے تھے کہ علم مجلس بھی نہایت ضروری ہے۔جب تک انسان اس سے واقف نہ ہو دوسروں کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح آداب مجلس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً ایک مجلس مشورہ کی ہورہی ہو اور کوئی بڑا عالم ہو مگر اس مجلس میں جا کر سب کے سامنے لیٹ جائے تو کوئی اس کے علم کی پرواہ نہیں کرے گا۔اور اس کی نسبت لوگوں پر بہت بُرا اثر پڑے گا۔پس یہ نہایت ضروری علم ہے اور مبلّغ کا اس کو جاننا بہت ضروری ہے۔

ہر ایک مبلّغ کو چاہئے کہ جغرافیہ، تاریخ، حساب، طب، آداب گفتگو، آداب مجلس وغیرہ علوم کی اتنی اتنی واقفیت ضرور رکھتا ہو جتنی مجلس شرفاء میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ کوئی مشکل کام نہیں، تھوڑی سی محنت سے یہ بات حاصل ہوسکتی ہے۔اس کے لئے ہر علم کی ابتدائی کتابیں پڑھ لینی چاہئیں''۔

(ایضًا صفحہ584-585)

علم غیر محدود سمندر ہے

''علم کی کوئی حد نہیں ہوتی اور وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا اور روحانی علوم کی تو قطعاً کوئی حد ہے ہی نہیں۔ ڈاکٹری کے متعلق ہی کس قدر علوم دن بدن نکل رہے ہیں اور روز بروز ان میں اضافہ ہورہا ہے۔پس کوئی علم ختم نہیں ہوسکتا۔اور جہاں کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ علم ختم ہوگیا ہے وہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ علم کے درخت سے اتر کر جہالت کی طرف آ گیا ہے۔

پس کبھی یہ مت خیال کرو کہ ہمارا علم کامل ہوگیا۔ کیونکہ ایک تو یہ جھوٹ ہے کوئی علم ختم نہیں ہوسکتا۔دوسرے اس سے انسان متکبر ہوجاتا ہے اور اس کے دل پر زنگ لگنا شروع ہوجاتا ہے۔لیکن اگر انسان ہر وقت اپنے آپ کو طالبعلم سمجھے اور اپنے علم کو بڑھاتا رہے تو اس کے دل پر زنگ نہیں لگتا۔کیونکہ جس طرح چلتی تلوار کو زنگ نہیں لگتا، لیکن اگر اسے یوں ہی رکھ دیا جائے اور اس سے کام نہ لیا جائے تو زنگ لگ جاتا ہے۔پس ہر وقت اپنا علم بڑھاتے رہنا چاہئے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ علم کبھی ختم نہیں ہوتا''۔ (ایضًا۔ صفحہ573)

فرمایا:

''اگر ہم ان باتوں کو جو مَیں نے بیان کی ہیں اپنی جماعت کے ہر ایک آدمی میں پیدا کردیں تو ہر سال ہماری جماعت پہلے کی نسبت دگنی ہوجائے کیونکہ کم ازکم ایک شخص ایک کو تو احمدی بنالے اور اگر اس طرح ہونے لگ جائے تو تم دیکھ سکتے ہو کہ ہماری جماعت کس قدر ترقی کرسکتی ہے۔بیس پچیس سال کے اندر اندر دنیا فتح ہو سکتی ہے''۔

خدا کرے کہ ہم مربیان ومبلّغین جماعت احمدیہ اقوام عالم کے قلوب کی تسخیر اور روحانی فتح کے ان تمام ذرائع کو پورے جوشِ ایمانی کے ساتھ بروئے کار لائیں تاکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر روحانی حکومت کے قیام کو بچشم خود مشاہدہ کرسکیں۔

شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفیٰ ہو

خریداران الفضل انٹرنیشنل سے گزارش

الفضل انٹرنیشنل کے ہر خریدار کو ایک AFC نمبر دیا جاتا ہے جو آپ کے ایڈریس لیبل کے ساتھ درج ہوتا ہے۔یہ آپ کا خریداری نمبر ہے۔براہ کرم یہ نمبر محفوظ رکھیں اور دفتر سے خط وکتابت اور رابطہ کے وقت اس نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء (مینیجر)

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ

مکرمہ نسیم اختر صاحبہ (مرحومہ)

(چوھدری عبدالرشید۔ لاھور)

میری پیاری رفیقہ حیات نسیم اختر صاحبہ، بزرگوارم چوہدری ناظر حسین صاحب مرحوم (آف دیا لگڑھ ضلع فیصل آباد) امیر جماعت احمدیہ حلقہ چک جھمرہ ضلع فیصل آباد کے ہاں مورخہ ۱۲/اپریل ۱۹۳۷ء بروز سوموار پیدا ہوئیں۔ اور عین ۶۷ سال بعد مورخہ ۱۲/اپریل ۲۰۰۴ء صبح ساڑھے چھ بجے بروز سوموار لاہور ڈیفنس میں وفات پاگئیں۔ اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِنَّـا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ موصیہ تھیں بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ نمبر ا میں تدفین ہوئی۔ ہماری شادی مورخہ ۱۹/فروری ۱۹۵۶ء کو ہوئی اور اس طرح مرحومہ ۴۸ سال سے زائد عرصہ میرے ساتھ گزارنے کے بعد خالقِ حقیقی کے پاس چلی گئیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں چار بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا جو سب شادی شدہ ہیں اور اپنے گھروں میں خوش ہیں۔

مرحومہ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ ان میں سے چند کا ذکر حصول دعا کے لئے کرتا ہوں۔ مرحومہ غیر ضروری باتوں سے ہمیشہ اعراض کرتی تھیں۔ صرف ضرورت کی بات کرتیں اور ہمیشہ صاف گوئی کو اپنایا، اگر کوئی واقعہ بیان کیا تو ہمیشہ سچائی کا خیال رکھا۔ سختی برداشت کرلیتیں مگر خود کسی کو کچھ نہ کہتیں۔ اگر مجھے کسی عزیز کی زیادتی کی وجہ سے غصہ آجاتا تو مجھے کہتیں کہ خواہ کچھ ہو ہم نے زیادتی کا جواب خاموشی سے دینا ہے اور صبر کرنا ہے۔

اتنی حلیم اور بردبار تھیں کہ میں نے اُنہیں کسی بچے کو کبھی مارتے نہیں دیکھا۔ بچے کے قصور اور غلطی پر پیار سے اُسے سمجھاتیں اور درگزر کر جاتیں۔ ہمارے ہمسایوں اور محلّہ دار غیر از جماعت عورتوں کے ساتھ بڑے پیار اور محبت کا سلوک کرتیں، اسی وجہ سے وہ ان کی تعریف کرتیں، کبھی احمدیت کو نہیں چھپایا، بلکہ سب سے پہلے بتایا کہ ہم احمدی ہیں اور رسول کریم ﷺ کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور آپؐ کے موعودہ امام مہدی کی جماعت میں شامل ہیں۔ یہ مرحومہ کی تربیت کا ہی نتیجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے تمام بچے بے حد تابعدار، نمازی اور سلسلہ کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔

جب ہماری شادی ہوئی اُس وقت مَیں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں ملازم تھا اور میری تنخواہ (۱۹۵۶ء میں) ایک سو روپیہ تھی۔ جس میں سے -/10 روپیہ چندہ وصیت ادا کرتا اور -/30 روپے والد صاحب کو بھجوادیتا۔ -/30 روپے مہینہ کے بعد ربوہ جانے کے اخراجات کے لئے رکھتا۔ جبکہ صرف -/30 روپے میں ہم ایک ماہ کا گزارہ کرتے۔ مرحومہ نے بڑے صبر اور شکر کے ساتھ گذارہ کیا اور کبھی بھی یہ نہ کہا کہ ہم بڑی تنگی ترشی میں زندگی بسر کررہے ہیں، کبھی کوئی مطالبہ نہ کیا۔ اِنہی دنوں کا ایک واقعہ ہے کہ ایک احمدی زمیندار جنہیں مَیں نے زمین الاٹ کروائی تھی۔ ایک دن اپنی ایک جوان ان پڑھ بیٹی کو لے کر ہمارے گھر آئے کہ گاؤں میں آج کل مخدوش حالات ہیں کسی سے ہمارا لڑائی جھگڑا رہتا ہے اور ہمیں اپنی بیٹی کے متعلق بہت ڈر رہتا ہے آپ کچھ عرصہ اسے اپنے گھر رکھ لو۔ چنانچہ باوجود قلیل آمدنی کے میری بیوی نے اُس لڑکی کو دو ماہ سے زائد گھر میں رکھا۔ اور اس کی تربیت احسن رنگ میں کی جس پر اُس کے والدین نے برملا کہا کہ یہ بچی تو بالکل ہی بدل گئی ہے، باقاعدہ نماز پڑھنے لگ گئی ہے۔ صفائی اور سلیقہ مندی سے اچھی بچی بن گئی ہے بعد ازاں اُس بچی کی ربوہ میں شادی ہوگئی۔

سیالکوٹ میں ہمارے پاس اپنا مکان تھا مگر لاہور تو کرایہ کا مکان بھی ملنا دشوار تھا۔ چنانچہ میں اکیلا ہی لاہور رہ رہا تھا کہ مرحومہ کا ایک خط چک جھمرہ سے آیا (جواب مجھے پُرانے کاغذات سے ملا ہے) کہ ''میں تو ہر وقت یہ دعا کرتی ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمیں لاہور میں بھی اپنا مکان دے مگر جب خدا تعالیٰ چاہے گا دے گا''۔ اُس وقت تو مَیں نے اس فقرہ کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی تھی۔ مگر آج احساس ہوا ہے کہ مرحومہ کی دعاؤں کو ہی خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا کہ لاہور میں ایک اچھا سا مکان عطا فردیا۔ ہم نے اچھرہ میں چار کمروں کا ایک مکان دیکھا جو بہت سستا مل رہا تھا۔ یاد رہے کہ ۱۹۶۳ء میں اچھرہ ایک دور افتادہ علاقہ تھا۔ مغرب کے بعد سب گھُپ اندھیرا ہوجاتا تھا اور کوئی ٹانگہ وغیرہ بھی نہیں ملتا تھا۔ اُسی رات گیارہ بجے ہمارا بیٹا عبدالوحید جو خسرہ سے بیمار تھا شدید رونے لگا۔ خدا تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی کہ میں صفاں والا چوک سے گلوکوز کا ایک ڈبہ اور دودھ لایا۔ بچہ کو پلایا تو وہ آرام سے سوگیا، چنانچہ اُس رات ہم دونوں نے اللہ تعالیٰ سے بڑی دعا کی کہ خدایا! اگر اس وقت ہم اچھرہ میں ہوتے تو نہ دودھ اور گلوکوز مل سکتا تھا اور نہ ہی کوئی سواری میسر ہوتی۔ اس لئے اب ہم اچھرہ نہیں جائیں گے۔ خدا تعالیٰ ہمیں قریب ہی کوئی مکان دے۔ خدا تعالیٰ نے وہ دعا قبول فرمائی اور جلد ہی ہمیں 7 بیگم روڈ پر دو کمروں کا مکان دے دیا۔ الحمدللہ

ہمارے جملہ عزیز و اقارب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مرحومہ ہمیشہ مہمانوں کی خدمت کرنے میں بہت ہی خوشی محسوس کرتی تھیں اور اُن کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ یہاں 7 بیگم روڈ پر مستقل تین چار مہمانوں کے علاوہ بعض دفعہ دس بارہ مہمان بھی آجاتے تو مرحومہ بغیر کسی ملازمہ کے خود ہی اُن کی میزبانی کے انتظامات اپنے وسائل کے مطابق احسن طور پر کرتی تھیں۔ درجن سے زائد بعض عزیز ان کے بچے پڑھائی یا تلاش معاش کے سلسلہ میں متواتر کئی کئی مہینے بلکہ سال ڈیڑھ سے بھی زیادہ وہاں قیام کرتے رہے مگر کبھی کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اُس کی خاطر تواضع ٹھیک نہیں ہوئی۔ مرحومہ کے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے ایسی برکت رکھی ہوئی تھی کہ اتنی قلیل آمدنی کے باوجود بہتر گذر اوقات ہوتی تھی۔ یہاں تک ایک دفعہ مرحومہ کے ماموں چوہدری محمد انور صاحب (آف چودھری والا گورداسپور) حال فیصل آباد نے مجھ سے پوچھا کہ عبدالرشید اتنی قلیل آمدنی میں آپ کے یہ اخراجات کیسے پورے ہوتے ہیں۔ مَیں نے کہا خدا تعالیٰ کرتا ہے آپ یہ بتائیں کبھی کسی کی مہمان نوازی میں کمی تو نہیں ہوئی یا کسی نے کوئی شکوہ تو نہیں کیا۔ اِس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں ایک احمدی نوجوان (جس کے والد قادیان میں درویش تھے) کی شادی ہم نے لاہور میں ہی ایک جگہ طے کی اور نکاح ہوگیا، مگر بعد میں لڑکی کے بہنوئی اس شادی کے خلاف ہوگئے۔ چنانچہ مَیں اُس نوجوان کو ساتھ لے کر لڑکی کے گھر پہنچا۔ اہل محلّہ اکٹھے ہوگئے اُنہوں نے مجھے کہا کہ آپ آج اسی وقت اس لڑکی کو گھر لے جاویں ہم پورا تعاون کریں گے بعد میں ناممکن ہو جاوے گا۔ میں نے دولہا سے بات کی تو اُس نے کہا کہ میرے پاس تو اپنے رہنے کے لئے بھی کمرہ نہیں مَیں بیوی کو کہاں رکھوں گا۔ مَیں نے اُسے کہا کہ تم ٹیکسی لے آؤ، چنانچہ مَیں اُن دونوں میاں بیوی کو اپنے گھر 7 بیگم روڈ والے دو کمروں کے مکان میں لے آیا اور مرحومہ کو حالات بتائے تو کہنے لگی آپ نے اچھا کیا ہے۔ دو ماہ اُن کو اپنے گھر رکھا اُن کی انہوں نے دولہا دلہن کی طرح خدمت کی۔ بعد میں پھر ایک مکان کرایہ پر لے کر اُن کو منتقل کردیا۔ خود تکلیف اُٹھائی مگر اُنہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دی اور نہ ہی مجھ سے کبھی گِلہ کیا کہ آپ انہیں کیوں گھر لے آئے تھے۔

دوسرا واقعہ مولانا عبدالکریم صاحب کاٹھگڑی کا ہے۔ ہم کاہلوں جاٹ اور وہ ہوشیار پور کے راجپوت، کوئی رشتہ داری نہیں تھی۔ مولوی صاحب سیالکوٹ شہر میں مربیّ تعینات ہوئے۔ مسجد کے سوا کوئی جگہ رہنے کے لئے نہیں، چنانچہ مَیں اُنہیں اپنے گھر لے آیا۔ پھر اُن کی شادی ہوئی تو علیحدہ مکان میں منتقل کردیا۔ مولوی صاحب شروع ۱۹۶۶ء میں لاہور علاج کے لئے آئے تو اُنہیں بیوی بچوں سمیت اپنے گھر میں رکھا۔ چونکہ مولوی صاحب کی بیماری لمبی تھی چنانچہ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۲ء تک متواتر سولہ سال ہر تیسرے مہینہ دو ہفتہ کے لئے لاہور چیک اپ کے لئے بچوں سمیت آتے رہے۔ مرحومہ کو اُن کی بہت خدمت کی توفیق ملتی اور مرحومہ نے ہمیشہ اُن کے بچوں کو اپنے بچوں جیسا پیار دیا۔

جب ہم ٹمپل روڈ پر رہتے تھے تو مزنگ بازار میں احمد خاں نامی ایک شخص غبارے بیچا کرتا تھا۔ ہمارے بچے چھوٹے تھے مَیں اُس سے خرید لاتا تھا اس کے کئی سال بعد ایک شام وہ ہمارے گھر 7 بیگم روڈ آیا اُس کے چوتھی جماعت کے بچے کو پولیس پکڑ کر لے گئی تھی۔ مَیں دفتر سے گھر آیا تو وہ راستہ میں مجھے ملا کہا کہ مَیں آپ کے گھر مدد کے لئے گیا تھا کہ میرے ساتھ پولیس تھانہ چلیں۔ مَیں نے اُسے جواب دیا کہ میری پولیس میں کوئی واقفیت نہیں اور نہ ہی مَیں پولیس کے پاس جایا کرتا ہوں۔ میں گھر میں داخل ہوا تو مرحومہ نے پوچھا کہ کیا احمد خاں آپ کو ملا ہے؟ مَیں نے بتایا کہ ہاں ملا ہے اور مَیں نے اُسے کہا ہے کہ مَیں پولیس کے پاس نہیں جایا کرتا۔ مجھے کہنے لگیں بیچارہ رو رہا تھا۔ آپ تھانہ ابھی چلے جاویں شاید آپ کے جانے سے کسی غریب کا بھلا ہوجائے۔ تھانہ پہنچا تو تھانے دار نے پوچھا آپ کون ہیں اور کیوں آئے ہیں؟ مَیں نے اُسے جواب دیا کہ مَیں ایک پاکستانی ہوں اور یہ آدمی روتا ہوا میرے پاس آیا تھا کہ پولیس میرے نو سالہ بچے کو بلاقصور پکڑ کر لے گئی ہے۔ مگر مَیں نے اسے جواب دیا ہے کہ پولیس بلاقصور پکڑ کر نہیں لے جاسکتی۔ تھانے دار صاحب نے بڑے غرور سے جواب دیا کہ ہم بلاقصور بھی پکڑ سکتے ہیں۔ میرے منہ سے نکلا افسوس ہے ہمارے وقتوں میں تو ایسا نہیں ہوتا تھا اب کیسا زمانہ آگیا ہے۔ چنانچہ یہ سن کر تھانیدار گھبرا گیا۔ کرسی سے اُٹھ کر چارپائی پر بیٹھ گیا اور مجھے اپنی کرسی پر بٹھا دیا۔ کمرہ میں اُس وقت آٹھ دس دوکانداروں کے علاوہ احمد خاں صاحب کا لڑکا گڈو اور ایک برقعہ پوش لڑکی اور اس کے والد بیٹھے تھے۔ تھانیدار صاحب نے ایک خط میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ گڈو نے یہ خط اس لڑکی کو لکھا ہے۔ اسے پڑھ کر دیکھ لیں۔ پہلے تو گڈو انکار کرتا رہا بالآخر جب مَیں نے اُسے تسلّی دی کہ سچ بتا دو تو تمہیں کچھ نہیں کہا جاوے گا تو وہ اپنا قصور مان گیا کہ اُس نے یہ خط فلاں لڑکے کے کہنے پر لکھا تھا۔ مَیں نے اُسے کہا کہ لڑکی اور اس کے والد سے معافی مانگو۔ جس پر لڑکی کے والد نے میرے کہنے پر درخواست واپس لے لی۔ تھانیدار صاحب کہنے لگے کہ تھانیدار تو مَیں ہوں اور آپ نے کیسے فیصلہ کردیا۔ مَیں نے اسے کہا کہ آپ نے خود ہی تو مجھے فیصلہ کی کرسی پر بٹھایا تھا۔ سب دکاندار جانتے تھے کہ مَیں احمدی ہوں اور کہنے لگے کہ آپ نے اچھا فیصلہ کردیا ورنہ تھانیدار صاحب تو اس غریب کو بہت پریشان کرتے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ مرحومہ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ایک غریب کی دادرسی ہوگئی اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو یہ عزت دی کہ بلا کسی واقفیت اور قابلیت یہ کام کرسکا۔

ملازموں سے مرحومہ کا اتنا اچھا سلوک تھا کہ اُن کی ہر ضرورت کا خیال رکھتیں۔ جو کچھ گھر کے دیگر افراد کو کھانے کو دیتیں وہی ملازم کو دیتیں۔ بلکہ اگر وقت بے وقت ضرورت پڑتی تو کھانا یا چائے تیار کر کے ملازمہ کو دیتیں۔ اگر کسی کے کپڑے بوسیدہ دیکھے تو بسا اوقات اپنا کوئی نیا جوڑا جو ابھی ایک دو دفعہ پہنا ہوتا ملازمہ کو دے دیتیں۔ کوشش کرتیں کہ کوئی سائل خالی ہاتھ نہ جاوے۔ کچھ نہ کچھ اسے ضرور دے دیتیں۔ یہی وجہ تھی کہ ایک دو ایسی سائلہ تھیں جو ہر دس پندرہ دن کے بعد کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر امداد کے لئے آجاتیں کیونکہ اُنہیں علم تھا کہ خالی ہاتھ تو نہ لوٹیں گی۔ شاید اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ دے رکھا ہے۔

مرحومہ کی بیماری کے آخری ایام میں ایک روز ایک بزرگ نے مجھے فرمایا کہ عموماً لوگ وفات یافتہ کی تعریفیں کرتے ہیں۔ زندہ کے متعلق کچھ نہ کچھ گلہ شکوہ جاری رہتا ہے۔ مگر تمہاری بیوی کے حُسنِ اخلاق کے متعلق میری بیوی نے بتایا کہ یہ مثالی خاتون ہیں کہ جن کے متعلق لجنہ کی ممبرات میں سے کبھی کسی نے کوئی گِلہ شکوہ نہیں کیا۔

آخر میں سب بزرگوں اور احبابِ جماعت سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرماوے اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

وقفِ عارضی کی بابرکت تحریک

(عبدالسلام ظافر - برطانیہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ نے وقفِ عارضی کی مفید اور بابرکت تحریک کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

''مَیں جماعت میں تحریک کرتا ہوں کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کے لئے جس جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں اور ان کے لئے وقف شدہ عرصہ میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں اور جو کام ان کے سپرد کیا جائے اسے بجالانے کی پوری کوشش کریں۔''

(الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء)

تحریک وقفِ عارضی کا مقصد بیان کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا:

''وقفِ عارضی کی جو تحریک ہے اس کا بڑا مقصد بھی یہ تھا اور ہے کہ دوست رضا کارانہ طور پر اپنے خرچ پر مختلف جماعتوں میں جائیں اور وہاں قرآن مجید سیکھنے سکھانے کی کلاسز کو منظّم طریق پر جماعت کی اس رنگ میں تربیت ہو جائے کہ وہ قرآن کریم کا جُوأ بشاشت سے اپنی گردن پر رکھیں اور دنیا کے لئے نمونہ بن جائیں۔''

(الفضل ۱۴ مئی ۱۹۶۹ء)

خاکسار اور خاکسار کی اہلیہ محترمہ امتہ الحمید ظافر نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق سے اس بابرکت تحریک میں حصّہ لے کر اس کی برکات و فیوض سے وافر حصّہ پایا ہے۔ جب ہم سیرالیون مغربی افریقہ میں تھے پہلی مرتبہ غالباً ۱۹۷۲ء کی تعطیلات میں ہم نے چار ہفتہ کے وقفِ عارضی کے لئے امیر صاحب سیرالیون مولانا محمد صدیق صاحب گورداسپوری کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ محترم امیر صاحب نے ہمیں دو ہفتہ کیلئے Godritch جماعت میں جانے کی ہدایت فرمائی اور خود ہمیں وہاں چھوڑ کر آئے۔ گوڈرچ سمندر کے کنارے چھوٹا سا ٹاؤن ہے اور یہاں کے لوگ اکثر مچھلی کا کاروبار کرتے ہیں۔ غریب لوگ ہیں ہمارے لئے اُنہوں نے ایک چھوٹا سا کمرہ زنگ کی چادروں کا تعمیر کیا لکڑی کے پائے زمین میں گاڑ کے اوپر ڈنڈے وغیرہ ڈال کر دو Bed ہمارے لئے بنائے اور اوپر گھاس وغیرہ ڈال کر میٹرس کا کام لیا۔ جماعت کی وہاں خاصی مخالفت تھی۔ پہلے تو مخالف لوگوں نے ہمارا وہاں جا کر رہنا پسند نہ کیا اور جماعت کے احباب سے کہا کہ یہ لوگ کیوں یہاں آ گئے ہیں۔ احبابِ جماعت خصوصاً امام عبداللہ صاحب مرحوم بہت پریشان دکھائی دیئے مگر ہمیں علم نہ ہونے دیا کہ گوڈرچ کے لوگوں کو ہمارے وہاں جانے پر اعتراض ہے۔ رات بہت دعائیں کیں۔ اگلے روز احبابِ جماعت نے انہیں بتایا کہ یہ چند روز کے لئے آئے ہیں بچوں کو قرآن پڑھائیں گے وہ راضی ہو گئے۔

ٹاؤن کے اکثر لوگ مچھیرے تھے ہر طرف بھٹیاں بنائی ہوئی تھیں مچھلیاں پکڑتے اور لکڑی کی آگ پر انہیں Smoke کرتے ہر طرف دھواں اور مچھلی کی بُو تھی۔ ہمارے بچے گھبرا گئے۔ تاہم ہم نے وہاں دو ہفتے گزارے۔ روزانہ مردوں عورتوں اور بچوں کو نماز کے اسباق دیئے۔ قرآن مجید پڑھانا شروع کیا، کچھ بچوں کو یسرّنا القرآن کا سبق دینا شروع کر دیا۔ جماعت کے اصرار پر ایک ہفتہ مزید وہاں قیام کیا اس عرصہ میں بفضلہٖ تعالےٰ دعاؤں کا بہت موقع ملا۔ غیر از جماعت لوگوں سے ملے تبلیغ کی توفیق ملی جنہیں ہمارے وہاں جانے پر اعتراض تھا وہ بھی بہت خوش تھے اور زیادہ قیام کرنے کو کہنے لگے۔

اگلے تین ہفتوں کے لئے امیر صاحب محترم ہمیں فری ٹاؤن کی ایک اور جماعت Leicester لے گئے وہاں بھی بفضلہٖ تعالےٰ کام کرنے کا موقع ملا۔ مردوں عورتوں اور بچوں کی باقاعدہ کلاسز ہوتی رہیں۔ مکرم امام یوسف مرحوم کے ساتھ Leicester اور ارد گرد کے دوسرے علاقوں کے غیر از جماعت لوگوں سے ملاقاتیں اور تبلیغی مذاکرات ہوتے رہے۔ میری اہلیہ محترمہ مستورات کی باقاعدہ کلاسز لیتی رہیں بچے رشید احمد خالد اور نفیس احمد بچوں کو نماز اور قرآن کریم کے اسباق دیتے رہے۔ باقاعدہ تہجد، تلاوت قرآنِ پاک، مطالعہ اور دعاؤں کا خوب موقع میسّر رہا۔ ان چھ ہفتوں کے وقفِ عارضی کی چاشنی اور لطف ہی کچھ اور تھا الحمد للہ۔ اس کے بعد پھر ایک دفعہ چار ہفتوں کیلئے وقفِ عارضی کی توفیق ملی Kambama ٹاؤن جو Daru سے قریباً چھ میل کے فاصلہ پر تھا محترم امیر صاحب کے ارشاد پر وہاں تدریس و تربیت کا موقع ملا۔

ستمبر ۲۰۰۳ء میں ہمیں اپنے بیٹے عزیزم ڈاکٹر نفیس احمد حامد کی سپانسر شپ پر برطانیہ میں مستقل قیام کی اجازت مل گئی۔ محترم امیر صاحب کی خدمت میں چھ ہفتہ کے وقفِ عارضی کی درخواست کی۔ آپ کی ہدایت پر Leicester جماعت میں جانے کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ جون ۲۰۰۴ء میں خاکسار اور اہلیہ محترمہ Leicester حاضر ہو گئے۔

وقفِ عارضی کی برکات و فیوض

وقفِ عارضی کی تحریک بے انتہا برکات اور فوائد کا موجب ہے۔ میری عمر ماشاء اللہ 75 سال سے اوپر ہے یُو کے (U.K) آنے سے پہلے پاکستان میں ہی میرے گھٹنوں میں شدید درد شروع ہو گیا تھا اور میں نماز کرسی پر بیٹھ کر پڑھتا تھا۔ یو۔ کے۔ میں آنے کے بعد بھی یہی حالت رہی کرسی پر بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہا سجدہ میں جانا پھر تشہّد کیلئے بیٹھنا نہایت مشکل بلکہ ناممکن تھا۔

جب میرا وقفِ عارضی منظور ہوا اور مجھے Leicester جانے کا ارشاد ہو گیا یکدم عجب طرح کی پریشانی اور سخت اضطراب سا محسوس ہونے لگا۔ خیال آیا کہ وقفِ عارضی پر جانا ہے وہاں احبابِ جماعت بہرحال یہ توقع رکھیں گے کہ مرکز کی طرف سے وقفِ عارضی پر آئے ہوئے نمازیں تو ضرور پڑھائیں گے۔ دل میں بہت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دردمندانہ اور عاجزانہ دعا کی کہ خدایا اگر میں وقف پر جا کر دوستوں کو نماز بھی نہ پڑھا سکا تو یہ نہایت افسوسناک بات ہو گی۔ الٰہی مجھے صحت دے اور اس قابل کر دے کہ مَیں وہاں احباب کو باقاعدہ نماز پڑھا سکوں۔ میرے بیٹے نفیس مجھے پریشان دیکھ کر کہنے لگے کہ مجبوری ہے، جا کے صدر صاحب سے کہہ دیں کہ جو بھی نماز پڑھاتے ہیں پڑھاتے رہیں مجھے تکلیف ہے۔ مَیں تو بیٹھ کے نماز پڑھوں گا باقی درس و تدریس اور تربیت کے کام سرانجام دیتا رہوں گا۔ مجھے تسلّی نہ ہوئی اللہ تعالیٰ کے حضور یہی دعا کی کہ خدایا خارق عادت طور پر میری مدد فرما۔ مجھے کچھ حوصلہ ہوا اور ہمت کر کے باوجود تکلیف کے گھر میں باقاعدہ امامت کروائی اور کھڑے ہو کر نماز پڑھائی مَیں نے مصمّم ارادہ کر لیا کہ انشاء اللہ Leicester جا کر جو بھی ہو نماز باقاعدہ کھڑا ہو کر پڑھاؤں گا۔

سو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وقفِ عارضی کی پہلی عظیم الشان برکت تو یہ حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ مجیب الدعوات نے میری عاجزانہ دعا سنی اور مجھے ہمت دی کہ Leicester پہنچتے ہی مَیں نے باقاعدہ کھڑے ہو کر نماز پڑھانی شروع کر دیا۔ اور میں نے جو یہ سمجھ رکھا تھا کہ اب ساری زندگی کرسی پر بیٹھ کر ہی نمازوں کی ادائیگی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ کرسی پر بیٹھے بغیر باقاعدہ نمازیں پڑھ اور پڑھا رہا ہوں فالحمدللہ علےٰ ذالک۔

وقفِ عارضی پر آنے سے پہلے تبلیغی اور تربیتی نقطۂ نظر سے کچھ کتب کے مطالعہ کا موقع ملا ضرورت کے مطابق کتب ساتھ بھی رکھیں اور خدا کے حضور عاجزانہ دعائیں کرتے ہوئے کام شروع کیا۔ خود اپنے نفس کا محاسبہ کرنے اور اپنی اصلاح کا خوب خوب موقع ملا بفضلہٖ تعالیٰ وقفِ عارضی کے دوران تہجد میں مزید باقاعدگی اور سلسلہ کی کتب کے مطالعہ میں انہماک میّسر آیا۔ اس کے ساتھ وقفِ عارضی کا ایک اور بڑا فائدہ یہ ہوُا کہ قرآن پاک کا پہلا پارہ اور بعض دوسرے حصّے حفظ کر لئے اور یہ حفظ کا سلسلہ جاری ہے۔ وقفِ عارضی کی برکت سے مطالعہ کا غیر معمولی شوق پیدا ہوُا۔

وقفِ عارضی میں خاص طور پر دعاؤں میں انہماک اور سوز و گداز پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کے ساتھ شرفِ قبولیت بھی بخشتا ہے۔ ہمارے بیٹے عزیزم ڈاکٹر نفیس احمد حامدؔ نے یو۔کے۔ میں FRSC.Neurosurgery Specialty Exam دیا۔ یہ امتحان groupwise دو گروپس میں ہوتا ہے۔ نفیس پہلے گروپ میں تھا۔ اس گروپ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس نے اوّل پوزیشن حاصل کر لی۔ کچھ ماہ بعد دوسرے گروپ کا یہی امتحان تھا۔ نفیس نے کہا اگر دوسرے گروپ میں سے کوئی مجھ سے زیادہ نمبر نہ لے جائے تو میری overall پہلی پوزیشن ہو جائے گی اور مَیں NormanDatt ایوارڈ کا حقدار ہو جاؤں گا۔ میرے لئے ضرور دعا کریں۔ مَیں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ خوش قسمتی سے ہم دونوں واقفینِ عارضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمارے بیٹے کو اس ایوارڈ سے نوازے۔

چند دن کے لئے برمنگھم گئے۔ مَیں نے نفیس سے پوچھا کیا بنا؟ ذرا مایوسانہ انداز میں کہنے لگا ابّو جان! دوسرے گروپ کا سنا ہے ریزلٹ نکل گیا ہوُا ہے۔ کوئی مجھ سے زیادہ نمبر لے گیا ہو گا۔ مَیں نے کہا بیٹا! ہم تو باقاعدہ تیرے لئے دعا کر رہے ہیں آج بھی نوافل میں عاجزی اور درد کے ساتھ تمہارے لئے دعا کی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاک آئی ہماری بہو مبارکہ فرخندہ ایک خط کھولتے ہوئے ہمارے کمرہ میں آئی خط پڑھتے ہی نفیس کی والدہ کے ساتھ لپٹ گئی۔ ماما! مبارک ہو نفیس نے ہی ٹاپ کیا ہے اور وہی ایوارڈ کے حقدار قرار پائے ہیں۔ الحمدللہ۔

اس میں شک نہیں کہ یہ درخشندہ کامیابی محض اللہ تعالیٰ کے فضل، حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں اور نفیس کی بتوفیقِ ایزدی محنتِ شاقّہ کا ثمر ہے۔ مگر اس میں بہرحال کچھ نہ کچھ ہماری وقفِ عارضی کے ایّام کی عاجزانہ دعاؤں کا بھی حصّہ ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ نفیس دو نیشنل ایوارڈز کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔ ایک تو The Majorie New some Travelling Fellowship ہے جس کے تحت وہ دنیا کی چار بہترین نیوروسرجری کی اِنسٹی ٹیوشنز visit کرے گا اور دو سے تین تین ہفتہ کا وہاں قیام کر کے استفادہ بھی کریگا۔ اور دوسرا Norman Dott Award ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نفیس پہلا پاکستانی ہے جسے یہ ایوارڈ مل رہا ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

وقفِ عارضی کے فیوض و برکات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تحریک وقفِ عارضی کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ وقفِ عارضی پر جاتے ہیں ان کو اپنے نفس کا بعض پہلوؤں سے محاسبہ کرنا پڑتا ہے۔ جانے سے قبل انہیں بعض کمزوریوں کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور دعاؤں کی طرف ان کی توجہ مائل ہو جاتی ہے۔ یعنی وقفِ عارضی پر جانے کی جو تیاری ہے اس کا بڑا حصّہ یہ ہے کہ وہ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دینی معلومات میں اضافہ کرتے یا انہیں تازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جانے سے پہلے کتب کا زیادہ مطالعہ کرتے ہیں اور کتب اپنے ساتھ لے جاتے ہیں وہ سوچتے ہیں اور اپنی کمزوریوں پر نگاہ رکھتے ہیں اور انہیں دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جب وہ دوسری جگہ جائیں گے تو لوگوں کیلئے نیک نمونہ بنیں۔ ان کے لئے ٹھوکر کا باعث نہ بنیں۔ چنانچہ وقفِ عارضی کے وفود نے دعاؤں کی برکات سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔''

(الفضل ۱۲ فروری ۱۹۷۷ء)

میری احباب سے عمومی اور انصار و خدام بھائیوں سے بالخصوص درخواست ہے کہ وہ وقفِ عارضی کی بابرکت تحریک میں حصّہ لیں۔ جماعت کی تعلیم و تربیت میں مربیّانِ سلسلہ کی مدد کریں اور وقفِ عارضی کی برکات و فیوض سے مستفیض ہوں۔ یہ بابرکت تحریک اپنی عاقبت سنوارنے کا بھی بہترین اور مؤثر ذریعہ ہے۔

پاسپورٹ سفری دستاویز ہے
مذہب کا سرٹیفکیٹ نہیں

(تحریر : سید اقبال حیدر)

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص: رشید احمد چوہدری ۔لندن)

دی نیوز انٹرنیشنل ڈیلی کے 3/اپریل 2005ء کے شمارہ میں سید اقبال حیدر کاایک مضمون شائع ہواہے جس کا اردو ترجمہ وتلخیص ہدیۂ قارئین ہے۔

پاسپورٹ کسی شخص کے مذہب کا ثبوت نہیں ہے۔ یہ صرف حامل پاسپورٹ کی نیشنیلٹی کی نشاندہی کرتا ہے۔ پس یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ پاکستان کی کابینہ نے مشین ریڈایبل پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی کا فیصلہ کیا ہے اوراس کے سرورق پر ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کے اندراج کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ ہرقسم کی منطق ،دلیل یا متمدن اصول کے خلاف ہے۔اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حکومت قدامت پسند قوتوں کے دباؤ میں آگئی ہے اوراس کے اپنے روشن خیالی اوراعتدال پسندی کے دعوے جھوٹے ہوگئے ہیں۔

سب سے بڑی افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ قدامت پسند مذہبی قوتوں کے ملین مارچ کے ایک دن بعد ہوا۔ مذہبی قدامت پسندوں کی جانب سے اس مطالبے میں یہ امر پوشیدہ تھا کہ مذہبی اقلیتوں خصوصاً احمدیوں کے خلاف انتقامی کارروائی کی جائے اوران کو امتیازی سلوک کا مزید نشانہ بنایا جائے ۔ اس طرح حکمران طبقے نے ایک بار پھر اپنے اس بنیادی نظریہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' پر پوری طرح عملدرآمد کرتے ہوئے اپنی ساکھ کو بچانے کی کوشش کی ہے مگر حکمران طبقے کی اس روش کے نتیجہ میں انتہا پسند قوتیں اس بات کا یقین کئے ہوئے ہیں کہ وہ طاقت کے مظاہرے کے ذریعہ اپنے فرسودہ نظریات اورتصورات تمام سوسائٹی پرلاگوکرسکتے ہیں۔کیونکہ حکومت کی طرف سے ان مذہبی قوتوں کو مطمئن کرنے کے لئے جو اقدام کئے جارہے ہیں وہ بے اثر ثابت ہورہے ہیں، بلکہ ان کا نتیجہ اُلٹ نکل رہا ہے۔کیونکہ مذہب کے خانہ کو بحال کرنے کے مطالبہ کو ماننے کے بعد بھی رجعت پسندوں کے حکومت کے خلاف مظاہرے جاری ہیں۔

دراصل ان لوگوں نے قائداعظم کی اس یادگار تاریخی تقریرکو جوانہوں نے 11/اگست 1947ءکوفرمائی تھی بھلا دیاہے جن میں قائداعظم نے فرمایا تھا کہ پاکستان میں اب آپ آزاد ہیں۔آپ عبادت کے لئے کسی بھی مندر، گرجا یا مسجد میں جاسکتے ہیں۔آپ کا تعلق کسی بھی مذہب ،مسلک یا عقیدہ سے ہوحکومت کو اس سےکوئی سروکارنہیں۔

انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ پاکستان ایک دینی ریاست نہ ہوگی اور یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان بنتے وقت کسی بھی قانونی دستاویز میں ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کا جملہ شامل نہیں ہے۔1947ء کی آزادی کا ایکٹ، دیگر قانونی اورآئینی دستاویزات یا قائداعظم کی تقاریر میں کسی جگہ بھی ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کا ذکر نہیں ملتا ۔ ملک کا سرکاری نام "Dominion of Pakistan" تھا کیونکہ قائداعظم جیسے ذی شعور شخص کو اس بات کا پورایقین تھا کہ کوئی ریاست بھی کسی بھی منطق یادلیل سے مذہبی ریاست نہیں ہوسکتی۔

دراصل یہ نام 1956ء کے آئین کو بناتے ہوئے سول اور ملٹری اتحاد کے ناپاک گٹھ جوڑ کی وجہ سے غیر جمہوری طرزحکومت کودوام بخشنے کے لئے استعمال کیا گیااوراس کا مقصد پاکستان کےعوام کے مذہبی جذبات کوانگیخت کرنا تھا۔

ہمارے بھائی ملک بنگلہ دیش نے جو1971ء تک پاکستان کا ہی حصہ تھا اپنے ملک کے نام سے'اسلامی' کا لفظ خارج کردیا تھا۔اسی طرح 57 دیگر ممالک میں سے جہاں مسلمان کثرت میں ہیں اکثر نے اپنے ممالک کے نام کے ساتھ ''اسلامی'' کالفظ نہیں چپکایا ۔ نہ ہی سعودی عرب کی حکومت نے اپنے پاسپورٹوں میں مذہب کا خانہ رکھا ہواہے۔ایسی صورت میں پاکستان کے لئے مذہب کاخانہ رکھنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

درحقیقت جنرل پرویز مشرف اور اس کے ساتھیوں نے تقاضائے مصلحت کے تحت انتہاپسند مذہبی قوتوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنا مناسب خیال کیا۔حکومت کے اس طرح ہتھیارڈالنے کے متعددواقعات ہیں۔اس کی تفصیل اتنی لمبی ہے کہ یہاں بیان نہیں کی جاسکتی۔مگر کچھ اقدامات ایسے بھی ہیں جوغیر منطقی طور پرواپس لئے گئےاور جن سےعوام کےحقوق پرزَد پڑتی ہے۔

جنرل پرویز مشرف کی سیاسی قلابازیاں

(1) اقتدار میں آنے کے فوراً بعد 1999ء میں جنرل پرویز مشرف نے ٹرکی کے مصطفیٰ کمال پاشا کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔مگر چند ماہ بعد ہی سارک ممالک کے صحافیوں کے خطاب کے دوران اسلام آباد میں رجعت پسندوں کو خاموش کرانے کے لئے وہ اس حقیقت سے انکاری ہوگئے کہ انہوں نے کمال اتاترک کی شخصیت اورکارناموں سے کسی تعلق یادلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

(2) اپریل 2000ء میں اسلام آباد میں انسانی حقوق کنونشن منعقد ہوئی جس میں بعض عوامی لیڈر اور غیر سرکاری تنظیموں کے نمائندے شامل ہوئے۔ اس کنونشن نے بعض سفارشات پیش کیں جن کوعوام نے بہت سراہا۔ خاص طور پر توہین رسالت کے ضمن میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ C-295 کے تحت مقدمہ درج کرانے کے لئے چند اصلاحات تجویز کی گئی تھیں تا کہ لوگوں کوقانون کے غلط استعمال سے روکا جاسکے۔مگر جب انتہاپسند مذہبی طاقتوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تو جنرل پرویز مشرف نے اعلان کردیا کہ ان قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

(3) ایک مذہبی تنظیم کے مطالبے پر جنرل پرویز مشرف نے فوری طور پر ایک قدامت پسند پروفیسر محموداحمد غازی کواپنی کابینہ میں شامل کرلیا۔لاس اینجلس ٹائمز کی ایک رپورٹ کے مطابق محمود احمد غازی اس مدرسے سے فارغ التحصیل تھے جس نے متعدد طالبان راہنماؤں کودینی ومذہبی تربیت دی تھی۔

(4) حکومت نے دینی مدارس کا سروے کرنے کا اعلان کیا مگر پھراس سروے کو بند کرادیا۔

(دی نیوز کراچی 19/ اگست 2000ء)

نہ صرف یہ بلکہ زکوٰۃ فنڈ سے ان مدارس کوفنانشل امدادبہم پہنچانے کی پابندی کوبھی ختم کردیا۔

(جنگ کراچی 25/ اکتوبر 2000ء)

حکومت نے اس بات کا بھی ارادہ ظاہر کیا کہ ان دینی مدارس کے نصاب کو دیگر تعلیمی درسگاہوں سے ہم آہنگ کیا جائے تا کہ ان سے فارغ التحصیل گریجوایٹ زندگی کے دیگر شعبوں میں بھی ملازمت حاصل کرسکیں۔

(انٹرویوجنرل مشرف۔ نیوزویک 19/ فروری 2001ء)

اس فیصلے کے نتیجہ میں لاتعداد دینی مدارس پیدا ہوگئے اور کئی جنونی سارے ملک میں پھیل گئے جنہوں نے دینی مدارس کی ڈگریوں کواستعمال کرتے ہوئے پبلک اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں ملازمتیں حاصل کرلیں۔

(5) جب سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے حوالے سے ایک مذہبی تنظیم نے اس کے خلاف اپنی مہم کا آغاز کیا اور تحریک چلانے کی دھمکی دی تو جنرل پرویز مشرف نے اس معاہدہ پر دستخط نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا حالانکہ معاہدے پر دستخط کرنا ہر لحاظ سے پاکستان کے وسیع ترین مفاد میں تھا۔

(6) ایک اور انتہا پسند تنظیم نے مطالبہ کیا کہ ڈاکٹر عبدالسلام کا نام سائنسدانوں کی اس فہرست سے خارج کردیا جائے جوملک کی تدریسی کتب میں شامل ہےاور نوبل پرائز حاصل کرنے والے اس سائنسدان کو مرتد قرار دیا جائے۔تواس پر پنجاب ایجوکیشن منسٹری نے فوری طور پر پنجاب ٹیکسٹ بورڈ کو ہدایات جاری کردیں کہ نصابی کتب میں مطلوبہ تبدیلی کردی جائے۔

(7) حکومت اس بات پر متفق ہوگئی تھی کہ وہ ان فوجداری قوانین میں ضروری ترمیم کرے تا کہ ان مجرموں کوجو غیرت کے نام پرقتل کرتے ہیں مثالی سزائیں دی جاسکیں۔ اس سلسلہ میں ملک کی اہم اورنمایاں تین غیر سرکاری تنظیمیں یعنی HRCE عورت فاؤنڈیشن اور شرکت گاہ عوام کے تمام طبقات سے صلاح ومشورہ کر کے ایک متوازن مگر جامع مسودہ تیار کرنے میں کامیاب ہوگئی تھیں جوتعزیرات پاکستان اور ضابطہ فوجداری جرائم کے لئے ضروری خیال کی گئی تھیں۔ اس مسوّدے کی ڈرافٹ بل کی نقول پارلیمنٹ میں تمام سیاسی پارٹیوں کے افراد میں تقسیم کی گئیں اور یہ امید کی جاتی تھی کہ یہ ڈرافٹ بل بڑی آسانی سے،اتفاق رائے سے پارلیمنٹ میں پاس ہوجائے گا۔مگر انتہا پسندوں کے دباؤ کی وجہ سے سرکاری بنچوں نے ہی اس کو مسترد کر دیا اور بعض نمائشی طرز کی ایسی ترامیم تعزیرات پاکستان میں شامل کردیں جن سے وہ مقصد حاصل نہ ہوسکا جو ہونا چاہئے تھا۔

(8) غیرت کے نام پرقتل والے اس بل میں جو تعزیرات پاکستان میں ترامیم کے لئے بنایا گیا تھا حکومت نے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295/C جو توہین رسالت کی دفعہ کے طور پر مشہور ہے میں ایک بے ضرر ترمیم کا اضافہ کردیا اس طرح کہ قدامت پسندوں کو کوئی اعتراض نہ ہو۔

(9) نومبر 2003ء میں مذہبی انتہا پسندوں کے خوف سے قومی اسمبلی اور سندھ اسمبلی کے سپیکروں نے اس قرارداد پر بحث کی اجازت دینے سے انکار کر یا جو غیرت کے نام پر قتل کی مذمّت کے سلسلہ میں بعض اراکین کی جانب سے پیش کی گئی تھی۔اور جس رکن اسمبلی نے یہ قرارداد پیش کی تھی اس کی سرزنش کی گئی اور اسے قراردادواپس لینے کوکہا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حکومت انتہا پسند عسکری طاقتوں کے ایسے رجحانات اور مطالبات کوختم کرنے یا اُن پر قابو پانے کے لئے کوئی مثبت اقدام نہیں کرپائی۔حکومت کے اس طرزعمل کے نتیجہ میں نہ صرف پاکستان کا وقار بیرونی دنیا میں بری طرح مجروح ہوا ہے بلکہ اقلیتوں کے ساتھ ساتھ آزاد خیال ،اعتدال پسند اور ترقی کے خواہاں پاکستانی عوام جو پاکستان کی کل آبادی کا 99 فیصد ہیں کی حق تلفی ہورہی ہے۔ اوران کو اپنے ہی ملک میں آزادی کے ساتھ اورعزت کے ساتھ بغیر کسی قسم کا امتیاز برتے زندگی بسر کرنے کے مواقع میسر نہیں۔ان کو ایسی فضا میسر نہیں جہاں انسان کے ساتھ تحقیر آمیز سلوک نہ ہو یا جہاں تشدّد یا دباؤ نہ ہو۔

نوٹ: ۔اقبال حیدر، ہیومین رائٹس کمیشن آف پاکستان کے جنرل سیکرٹری اور سینیٹر، اٹارنی جنرل اور وفاقی وزیر قانون وانصاف اور پارلیمنٹیرین افیئرز بھی رہے ہیں۔

(دی نیوز انٹرنیشنل ڈیلی ۔3/ اپریل 2005ء)

ہمیں معلوم ہے مذہب ہمارا
ہمیں ہے عشق اُس سے والہانہ
نہ جن کو اپنے مذہب کا پتہ ہو
مبارک ہو انہیں ''مذہب کا خانہ''

(عبدالمنان ناہیدؔ)

Glebe Travels
Special Offers
Khi - Isb - Lhe
£320 £360 £360
Dubai Package
4*5nts - £475 pp
t: 0208 336 0794
m: 07765 32 46 01
(All prices are subject to availibity

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

”الفضل ڈائجسٹ“ کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

مسیح موعودؑ کے زمانہ میں طاعون سے متعلق پیشگوئی کا ظہور

انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے واقعہ صلیب سے قبل آخری وعظ میں اپنی آمدِ ثانی کی یہ علامات بیان فرمائیں کہ اس زمانہ میں قحط پڑیں گے، زلزلے آئیں گے، خوفناک بین الاقوامی جنگیں ہوں گی۔ سورج، چاند اور ستاروں میں نشانات ظاہر ہوں گے۔ اور یہ بھی کہ وبائیں پھیلیں گی۔ پھر یہ لطیف تمثیل بیان فرمائی کہ جب انجیر کے درخت پر کونپلیں نکلتی ہیں تو تم جان لیتے ہو کہ گرمی نزدیک ہے۔ اسی طرح جب تم ان باتوں کو ہوتا دیکھو تو سمجھ لینا کہ خدا کی بادشاہی نزدیک ہے۔

چنانچہ مذکورہ بالا امور حضرت مسیح موعودؑ کی آمد پر نشان بن کر ظاہر ہوئے۔ آپؑ کی زندگی میں ہندوستان میں قحط پڑا۔ آپؑ کی پیشگوئی کے مطابق کرناٹک وغیرہ میں زلزلے آئے۔ خوفناک عالمی تباہی کی پیشگوئی جنگ عظیم کی صورت میں پوری ہوئی۔ آپؑ کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے سورج اور چاند کو گرہن لگا۔ اس طرح آپؑ نے پنجاب میں خوفناک طاعون پھیلنے کی پیشگوئی اُس وقت شائع فرمائی جب اس وبا کے کوئی آثار نہ تھے۔

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۷ر اگست ۲۰۰۴ء میں مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب کے قلم سے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی بابت طاعون کے مختلف پہلوؤں کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

طاعون ایک خطرناک جرثومے Yersinia Pestis کے حملے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ بیکٹیریا دودھ پلانے والے جانوروں اور چوہوں کو بھی اپنا نشانہ بنا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ طاعون تین قسم کی ہے۔ ایک خفیف جس میں صرف گلٹی نکلتی ہے اور تپ نہیں ہوتا۔ دوسری اس سے تیز کہ اس میں گلٹی کے ساتھ تپ بھی ہوتا ہے۔ تیسری سب سے تیز، اس میں تپ نہ گلٹی بس آدمی سویا اور مر گیا۔ ہندوستان میں دیہات میں ایسا ہی ہوا ہے۔

مذاہب کی تاریخ میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے طور پر کئی بار طاعون کے پھیلنے کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل یا تم سے پہلی اقوام پر بھیجا گیا۔ جب تم سنو کہ کسی جگہ پر طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب تم کسی جگہ پر ہو اور وہاں پر طاعون ہو جائے تو وہاں سے فرار مت ہو۔

مصر سے ارض مقدس ہجرت کرتے ہوئے جب بنی اسرائیل نے ”من“ کے ملنے کے بعد بھی گوشت نہ ملنے کا رونا رویا تو خدا تعالیٰ نے اُن کی طرف بٹیر بھیجے جنہیں انہوں نے کھانا شروع کیا ہی تھا کہ خدا کا قہر ان پر بھڑکا اور ان میں سخت وبا پھیل گئی۔ ان مرنے والوں کی قبریں ”قبروت ہتاوہ“ کے مقام پر بنائی گئیں جس کا مطلب ہے: ”حرص کی قبریں“۔ پھر بنی اسرائیل نے موآبیوں کے علاقہ میں پڑاؤ کیا تو ان میں سے بہت سے بدکاریوں میں مبتلا ہوگئے اور اس کے علاوہ ایک دیوتا بعل فغور کی پرستش بھی کرنے لگ گئے۔ اس کی پاداش میں بھی ان میں وبا پھیل گئی تھی جس کے متعلق محققین کی رائے ہے کہ یہ طاعون تھی۔ اس کے علاوہ حضرت داوٗدؑ کے عہد میں بھی مختصر مدت کے لئے بنی اسرائیل میں طاعون بھیجی گئی تھی جس سے ستر ہزار لوگ ہلاک ہوگئے تھے۔

بائبل کے مطابق بنی اسرائیل کی دشمن افواج میں طاعون بطور سزا کے بھی پھیلی۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے بعد اور حضرت داوٗدؑ سے قبل بنی اسرائیل کی فلستیوں سے جنگ ہوئی اور بنی اسرائیل کو شکست ہوگئی تو وہ مقدس صندوق جس میں بنی اسرائیل کے مقدس صحائف تھے، فلستیوں نے چھین کر اپنے بت خانے میں رکھ دیا۔ اس کی پاداش میں طاعون فلستیوں میں پھیل گئی جس نے اس وقت تک اُن کی جان نہیں چھوڑی جب تک فلستیوں نے یہ مقدس صندوق خود بنی اسرائیل کے حوالے نہیں کر دیا۔

پھر حضرت داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے عہد کے بعد یہوواہ کے بادشاہ حزقیاہ کے زمانہ میں اسور (Assyria) کے بادشاہ سخرب نے یہوواہ پر دھاوا بولا تو یہوواہ کے لوگوں کو پیغام بھجوایا کہ اب تک ہم نے جن ممالک پر قبضہ کیا ہے ان کے خداؤں نے ان کو کون سا بچالیا ہے جو تمہارا خدا تمہیں بچالے گا۔ یہوواہ کے بادشاہ اور اس وقت کے نبی دونوں نے خدا کے حضور فریاد کی تو اُسی رات کو خدا کے فرشتے نے اسور کے لشکر کو ہلاک کرنا شروع کر دیا اور شاہِ اسور کو واپس جانا پڑا۔ کچھ عرصہ کے بعد اپنے وطن میں اُس کے بیٹے نے ہی اُسے ہلاک کر دیا۔ مؤرخ ہیروڈوٹس کے مطابق اسوری لشکر پر چوہوں نے حملہ کر دیا تھا۔ طاعون چوہوں کے ذریعہ پھیلتی ہے۔ اس لئے خیال ہے کہ سخرب کے لشکر میں طاعون نے تباہ کاری مچائی تھی۔

دنیاوی تاریخ میں بھی طاعون کا نمایاں ذکر ملتا ہے۔ پانچویں صدی عیسوی میں طاعون کی ایک خوفناک وبا افریقہ یا وسطی ایشیا سے پھیلنی شروع ہوئی جو ۵۴۲ء تک مصر تک پہنچ گئی۔ پھر دریائے نیل کے ساتھ بڑھتے بڑھتے اسکندریہ پہنچی جہاں سے بحری مسافروں کے ذریعہ جراثیم قسطنطنیہ تک پہنچے۔

چین میں ۶۱۰ء میں طاعون کا آغاز ہوا اور پھر یورپ بھی اس کی زَد میں آگیا۔ بعض ممالک میں ایک تہائی سے زائد آبادی اس کا شکار ہو گئی۔ دنیا بھر کا اقتصادی نظام درہم برہم ہو گیا اور تاریکی کے ایک نئے دَور کا آغاز ہوا۔ ۶۴۰ء تک طاعون کی اس عالمی وبا کا سلسلہ مختلف ممالک میں گردش کرتا رہا کیونکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام اور عراق کے علاقوں میں طاعون کی شدید وبا پھیلی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ شام کی افواج کے سالار تھے اور حضرت عمرؓ بہت سے اکابر صحابہؓ کے ہمراہ شام کے دورہ پر تشریف لے جارہے تھے۔ جب آپؓ حجاز اور شام کی سرحد پر سرغ کے مقام پر پہنچے تو طاعون پھیلنے کی خبر ملی۔ بہت سے مشوروں اور اختلاف رائے کے بعد حضرت عمرؓ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ مسلمان افواج نشیبی اور مرطوب جگہ سے نقل مکانی کر کے بلند اور صحت افزا مقام پر پڑاؤ کریں۔ اس حکمت عملی سے طاعون ختم ہونی شروع ہوئی۔ لیکن اس وبا میں حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ شہید ہوگئے۔

۱۳۴۷ء میں ایشیا سے پھر طاعون کی عالمی وبا کا آغاز ہوا۔ بحری جہازوں کے وسیلے سے اس وبا نے اٹلی کے ساحلی شہروں میں قدم رکھا اور تجارتی راستوں پر پھیلتے پھیلتے ایک سال کے اندر ہی انگلستان پہنچ گئی۔ متاثرہ علاقوں میں بیس سے چالیس فیصد آبادی موت کے منہ میں چلی گئی۔ ساڑھے تین کروڑ افراد ہلاک ہوئے اور دنیا کا اقتصادی ڈھانچہ ایک بار پھر تباہ ہونے لگا۔

پھر ۱۶۶۵ء میں لندن میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔ جس گھر میں کوئی طاعون کا مریض ہوتا اس کے دروازہ پر سرخ گلاب بنا کر یہ الفاظ لکھ دیئے جاتے کہ ”خدا ہم پر رحم کرے“۔ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ گھر کے افراد باہر قدم نہیں نکال سکتے۔ گاہے بگاہے گھروں سے چیخ و پکار کی آواز اُٹھتی کہ ہمارے مُردے کو باہر نکالو اور ایک سرکاری گاڑی مردے جمع کر کے ایک بڑے گڑھے میں پھینک آتی۔ لندن کی پندرہ فیصد آبادی طاعون کا شکار ہو گئی۔ اس وقت لندن کی آبادی صرف ۹۳ر ہزار تھی۔ اتفاق سے ایک رات بادشاہ کا بیکر سوتے وقت آگ بجھانا بھول گیا تو چند گھنٹوں میں آگ تیزی سے بھڑک اٹھی اور پانچ روز کے اندر اندر شہر کا اکثر حصہ نذر آتش ہو گیا۔ لیکن آگ کے ساتھ اکثر چوہے بھی مر گئے اور طاعون کا زور یکلخت ختم ہو گیا۔

اب تک طاعون کی آخری عالمی وبا حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں پھیلی ہے۔ اس کا آغاز چین کے صوبہ یونان سے ہوا۔ ۱۸۹۴ء میں یہ بحری جہازوں کے ذریعہ ہانگ کانگ پہنچ گئی۔ ابھی تک یہ دریافت نہ ہوا تھا کہ اس کے جراثیم کونسے ہیں اور یہ کیسے پھیلتی ہے۔ چنانچہ گورنمنٹ سول ہسپتال کے انچارج نے جاپانی سائنسدان Kitasato کو ہانگ کانگ بلایا اور Colonial Health Service نے سوئس ڈاکٹر Alexaner Yersin کو ہانگ کانگ بھجوایا۔ دونوں نے تقریباً ایک ساتھ ہی اس کا جرثومہ دریافت کیا جس کا نام Pasteurala Pestis رکھا گیا لیکن بعد میں اسے دریافت کرنے والے کے نام پر Yersinia pestis رکھ دیا گیا۔

ستمبر ۱۸۹۶ء میں ہندوستان کے ساحلی شہر بمبئی میں طاعون پہنچی تو انگریز حکمرانوں پر دباؤ بڑھنے لگا کہ اس وبا پر قابو پایا جائے۔ دیگر ممالک نے یہ اشارہ بھی دیا کہ ہندوستان پر تجارتی پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ ۱۸۹۶ء میں بمبئی میں طاعون سے ۲۲۱۹ر اموات رجسٹرڈ کی گئیں۔ دوسری طرف جاپان، فلپائن اور امریکہ کے ساحلی علاقوں میں بھی طاعون پہنچ گئی۔ البتہ ہندوستان میں حکومتی مشینری تیزی سے حرکت میں آئی۔ جس گھر میں طاعون کا مریض ہوتا اس کا فرش اکھیڑ کر اس میں فینائل ڈال دیا جاتا، دیواروں پر چونا پھیر دیتے اور چھت میں سوراخ کر دیتے تاکہ کمرے ہوادار ہو جائیں۔ اور تو اور گھر کا سازو سامان بھی نذر آتش کر دیا جاتا۔ سمندری پانی سے نالیوں کو دیوانہ وار دھونے کا عمل شروع کر دیا گیا۔ لیکن بدقسمتی سے اس طرح طاعون رُک نہیں سکتا تھا۔ پھر ریلوے اسٹیشنوں پر تیسرے درجہ کے مسافروں کا معائنہ شروع کروادیا گیا۔ اس پر لوگ حکومت کے خلاف بھی بھڑک اٹھے اور آبادی کا ایک بڑا حصہ طاعون کی دہشت اور حکومتی اقدامات سے خوفزدہ ہو کر بھاگنے لگا۔

۷ر اکتوبر ۱۸۹۶ء کو روس میں پیدا ہونے والے یہودی النسل سائنسدان Weladmer Haffkine کو کلکتہ سے بمبئی طلب کیا گیا۔ تین سال قبل وہ ہیضہ کی وبا پھیلنے پر اس سے بچاؤ کا حفاظتی ٹیکہ ایجاد کر چکے تھے۔ اس بار گرانٹ میڈیکل کالج میں ایک لیبارٹری قائم کر کے کام شروع کیا گیا۔ پہلے طاعون کے بیکٹیریا کی خاطر خواہ مقدار کی پرورش کر کے اسے 70 سینٹی گریڈ پر گرم کر کے ہلاک کیا گیا اور یہ مواد ٹیکے میں استعمال کیا گیا۔ ابتدائی تجربات کے بعد ۱۰ر جنوری ۱۸۹۷ء کو طاعون سے بچاؤ کے لئے حفاظتی ٹیکہ تیار کر لیا گیا۔ ہیفکائن نے لوگوں کی موجودگی میں پہلا ٹیکہ اپنے آپ کو لگایا تاکہ اس کو محفوظ سمجھا جائے۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ چند ہفتوں کے بعد جب ایک جیل میں طاعون پھیلنی شروع ہوئی تو وہاں پر اس ٹیکہ کا تجربہ کیا گیا جو کامیاب رہا اور ٹیکہ لگوانے والوں میں کسی شخص کی طاعون سے موت نہیں ہوئی۔

۴ر فروری ۱۸۹۷ء کو ہندوستان میں حکومت نے وبائی امراض کا قانون بنایا جس میں صوبائی اور مرکزی حکومتوں کو وبائی امراض سے

ماہنامہ ”مصباح“ ربوہ اگست ۲۰۰۴ء میں شامل اشاعت مکرمہ مسز صادقہ شمس صاحبہ کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

کوئی میرا حال پوچھے کوئی میرے گھر بھی آئے
دل مضطرب ہے میرا ، شاید قرار پائے
کلیاں مہک رہی ہیں صحنِ چمن میں ہر سُو
تری راہ تکتے تکتے کہیں رُت بدل نہ جائے
جسے حالِ دل سناؤں ہو غمگسار کوئی
میری داستاں کو سن کر کوئی داستاں سنائے

نمٹنے کے لئے بہت سے اختیارات دیئے گئے۔ اس سال بھی طاعون زیادہ تر بمبئی تک محدود رہی جہاں پر ۱۷۱۰۴/افراد کی موت ہوئی۔ یوپی، مدراس اور پنجاب میں محدود پیمانے پر لوگ طاعون سے متاثر ہوئے۔ تاہم حفاظتی ٹیکہ کی وجہ سے اس بات کے واضح آثار نظر آرہے تھے کہ وبا کو کامیابی سے روک لیا جائے گا۔ مگر ۶/ فروری ۱۸۹۸ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے ''طاعون'' کے نام سے ایک اشتہار میں فرمایا: ''ایک اور ضروری امر ہے جس کے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے ...... خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگارہے ہیں اور وہ درخت نہایت بد شکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔......''

اس اشتہار میں آپؑ نے فرمایا کہ لوگ گورنمنٹ کے حفاظتی اقدامات پر خوامخواہ بدظنی نہ کریں بلکہ حکومت سے تعاون کریں۔ نیز گورنمنٹ کو بھی توجہ دلائی کہ ان اقدامات کو عملی جامہ پہناتے وقت پردہ کا خیال رکھا جائے اور رعب کی بجائے خوش اخلاقی سے ان اقدامات کی افادیت سمجھائیں۔

اس اشتہار میں یہ پیشگوئی بھی فرمائی گئی تھی کہ پنجاب میں عنقریب طاعون پھیلے گی۔ زیادہ سے زیادہ دو سال میں اس کا آغاز ہو جائے گا۔ نیز بہت سے مقامات پر پھیلے گی اور نہایت خوفناک ہو گی۔

جب یہ اشتہار شائع کیا گیا تو اُس وقت تک ہندوستان میں طاعون سے جو اموات ہوئی تھیں ان میں سے 99% صرف بمبئی میں ہوئی تھیں۔ پنجاب میں پہلی مرتبہ ۱۵/ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو ضلع جالندھر میں کھٹکار کلاں کے گاؤں میں طاعون نمودار ہوئی تھی اور اس پیشگوئی کے وقت تک صرف ضلع جالندھر اور ہوشیارپور کے چند دیہات میں طاعون پہنچی تھی۔ ۱۸۹۷ء میں پنجاب میں صرف ۱۹۷/ افراد اس سے ہلاک ہوئے۔ لیکن پیشگوئی شائع ہونے کے بعد جلد ہی طاعون نے پنجاب میں پھیلنا شروع کیا اور ۱۸۹۸ء میں ۲۰۱۹/ افراد اس سے ہلاک ہوئے۔ پھر اس کی شدت میں کمی آگئی اور ۱۸۹۹ء میں ۲۵۵/ افراد اور ۱۹۰۰ء میں ۵۷۵/ افراد کی طاعون سے موت رجسٹرڈ کی گئی۔ تاہم بمبئی اور بنگال میں اس نے بہت زور پکڑا۔

۱۹۰۱ء میں بمبئی میں ایک لاکھ ۲۸ ہزار سے زائد لوگ ہلاک ہوئے جبکہ پنجاب میں ۱۴۹۵۹/ افراد اس کا شکار ہوئے۔ جون ۱۹۰۲ء میں حکومت نے پنجاب میں وسیع پیمانے پر حفاظتی ٹیکے لگانے کا اعلان کیا تو کچھ عرصہ بعد حضرت مسیح موعودؑ نے ''کشتی نوح'' میں اعلان فرمایا کہ ''سو اُس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چاردیواری کے اندر ہو گا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے''۔ نیز فرمایا کہ قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی۔ اور یہ بھی کہ چونکہ آپ اور آپ کی جماعت کی نسبت خدا تعالیٰ خود حفاظت کا وعدہ فرماچکا ہے اس لئے آپکی جماعت تو طاعون کا حفاظتی ٹیکہ لگوائے گی لیکن آپؑ ایسا نہیں کریں گے۔ آپؑ نے حکومت کے اقدامات کی تعریف کر کے فرمایا کہ اگر آسمانی روک نہ ہوتی تو آپؑ خود سب سے پہلے ٹیکہ کراتے۔

کشتی نوح کی اشاعت کے صرف ایک ماہ کے بعد حفاظتی ٹیکوں کی مہم کو ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس نے اس مہم کو ہلا کر رکھ دیا۔ پنجاب کے ایک گاؤں ملکوال میں طاعون کے ٹیکے لگائے گئے لیکن چار پانچ روز بعد اُن میں سے انیس افراد کو تشنج کی علامات شروع ہوئیں اور چند روز میں یہ افراد طاعون سے ہلاک ہوگئے۔ اس پر پورے ملک میں شور مچ گیا۔ حکومت نے تحقیق کرائی اور بعض شواہد کو نظرانداز کرتے ہوئے بمبئی کی لیبارٹری کو قصوروار ٹھہرایا جس کے انچارج ہیفکائن تھے چنانچہ انہیں اپنے عہدہ سے سبکدوش ہونا پڑا۔ اگرچہ اُن کے نزدیک قصور ملکوال میں ٹیکے لگانے والی ٹیم کا تھا۔ مگر ان کی بریت اس وقت تک نہ ہوسکی جب تک انگلستان کے لیسٹر انسٹیٹیوٹ نے ۱۹۰۷ء میں تحقیق کر کے انہیں بری الذمہ قرار نہیں دے دیا۔

۱۹۰۲ء میں پنجاب میں ایک لاکھ ۱۷/ ہزار سے زائد افراد طاعون سے مر گئے۔ تمام تر کوششوں کے باوجود پنجاب میں اس وبا کی آگ پوری شدت سے بھڑک اٹھی۔ ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بھی اموات میں حیران کن اضافہ ہوگیا۔ یوپی میں ۴۰/ ہزار، بنگال میں ۳۲/ ہزار اور مدراس میں دس ہزار سے زائد افراد اس کا شکار ہوئے۔ بمبئی میں تباہ کاری ایک لاکھ ۸۴ ہزار ۷۵۲/ اموات کے ساتھ ابھی تک سب سے آگے تھی۔

۱۹۰۳ء میں پنجاب میں طاعون سے اموات دو لاکھ پانچ ہزار ہو گئیں۔ کئی گاؤں مکمل طور پر موت کے منہ میں چلے گئے۔ بعض دفعہ کوئی دفنانے والا بھی میسر نہ ہوتا۔ پنجاب میں اس وبا کو روکنے کے لئے تمام سائنسی کوششیں ناکام ہو گئیں۔ اور وقت نے یہ ثابت کیا کہ پوری دنیا میں پنجاب نے اس وبا سے سب سے زیادہ نقصان اٹھایا۔ چنانچہ ۱۹۰۴ء میں پنجاب میں ۳ لاکھ ۹۶ ہزار ۳۵۷/ افراد طاعون سے ہلاک ہوئے۔ اب لوگوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی اور انذار سورج کی طرح روشن نظر آنے لگا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے خائف ہو کر غیر معمولی تعداد میں لوگ حلقہ بیعت میں داخل ہوئے۔

۱۸۹۸ء میں شروع ہونے والی اس وبا سے ۱۹۱۳ء میں دنیا کو نجات ملی۔ اس دوران پنجاب میں ۲۲ لاکھ ۵۰ ہزار سے زیادہ شہری طاعون کے ہاتھوں موت کے منہ میں پہنچے۔ اس کے بعد یوپی اور پھر بمبئی سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔

حضرت علیؓ سے روایت منقول ہے کہ آنے والے موعود قائم کے دو نشان ہونگے۔ ایک سرخ نشان یعنی تلوار کا نشان ہوگا۔ یہ جنگوں کی طرف اشارہ ہے اور دوسرا سفید نشان یعنی طاعون کا ہوگا۔ اس روایت میں ایک اور علامت بھی بیان کی گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس کی زندگی میں ٹڈی دل (Locusts) کا ایک حملہ ہوگا اور اس کے بعد ایک اور ٹڈی دل کا حملہ ہوگا جو سرخ رنگ کی ہوں گی۔

اس سے مراد عام ٹڈی دل کے حملے نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ عام حملے تو ہوتے رہتے ہیں۔ تاریخ میں ٹڈی دل کے بہت سے حملے ہوتے رہے ہیں لیکن جس حملے کے متعلق یہ تخمینہ ہے کہ وہ معلوم تاریخ میں سب سے بڑا تھا وہ ۱۸۸۹ء میں ہوا تھا یعنی جس سال جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ جب ٹڈی دل کا یہ عظیم الشان حملہ بحیرہ احمر پر سے گزرا تو اندازاً پانچ ہزار مربع کلومیٹر کے رقبے پر محیط تھا۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اس میں ۲۵۰/ ارب ٹڈیاں شامل تھیں۔ جہاں تک سرخ ٹڈی کا تعلق ہے تو یہ Red Locust کہلاتا ہے اور سائنسی زبان میں اسے Namadacris Septemfasciata کہتے ہیں۔ اس کے حملے زیادہ تر افریقہ میں ہوتے ہیں۔ اس کے پر سرخ اور جسم براؤن یا بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ معلوم تاریخ میں اس کا سب سے بڑا حملہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ۱۹۲۷ء سے ۱۹۲۹ء میں شروع ہوا تھا اور پھر اس نے براعظم افریقہ کے جنوبی ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ان حملوں کی رَو ۱۹۴۰ء تک جاری رہی تھی۔

مسجد نبویؐ کی توسیع

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۶/ نومبر ۲۰۰۴ء میں مسجد نبوی کی توسیع سے متعلق بعض معلومات ایک قومی اخبار سے منقول ہیں۔ اپنے مضمون میں جناب محمد اظہار الحق لکھتے ہیں کہ مسجد نبوی کی آج تک نو مرتبہ توسیع ہوئی۔ پہلی توسیع ۷ ہجری میں خود آنحضرتؐ نے غزوہ خیبر سے واپسی پر فرمائی۔ اس کے لئے اضافی زمین حضرت عثمانؓ نے خرید کر پیش خدمت کی۔ دوسری توسیع حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں ہوئی۔ تیسری حضرت عثمانؓ نے چوتھی ولید بن عبدالملک نے پانچویں عباسی خلیفہ مہدی نے چھٹی مصر کے سلطان عبدالعزیز نے اور نویں توسیع موجودہ سعودی حکمران شاہ فہد نے کروائی۔

یوں تو ہر خلیفہ اور ہر بادشاہ نے مسجد نبوی کی جاروب کشی انتہائی عقیدت سے کی لیکن عثمانی ترکوں نے ۱۲۷۷ ہجری میں جو توسیع کروائی اس کی تفصیل حد درجہ ایمان افروز ہے۔ ترکوں نے جب اس کام کا ارادہ کر لیا تو اپنی وسیع و عریض سلطنت میں اعلان عام کیا کہ عمارت سازی سے متعلق مختلف علوم و فنون کے ماہرین درکار ہیں۔ چنانچہ پورے عالمِ اسلام سے ہنرمندوں کا ایک سمندر قسطنطنیہ کی جانب چل پڑا۔ ان میں سنگ تراش، معمار، نقشہ نویس، خطاط، رنگ ساز، شیشہ گر، پچی کاری کے ماہر غرض ہر علم اور ہنر کے مانے ہوئے استاد تھے۔ ترک حکومت کی طرف سے ان تمام ماہرین اور ان کے خاندانوں کو سفر کی ہر سہولت بہم پہنچائی گئی۔ پھر قسطنطنیہ کے باہر ایک نیا شہر بسایا گیا جس میں اطراف عالم سے آنے والے ان قافلوں کو اتار کر ہر شعبہ کے ماہرین کو الگ الگ محلوں میں بسایا گیا۔ اس سارے عمل میں کئی سال لگ گئے۔

پھر عقیدت اور حیرت کا نیا باب شروع ہوا جب عثمانی خلیفہ خود اس نئے شہر میں آیا اور کہا کہ ہر شعبہ کا ماہر اپنے ذہین ترین بچے کو اپنے فن میں یکتا و بے مثال کر دے۔ اس اثناء میں ترک حکومت اس بچے کو قرآن حفظ کرائے گی۔ تاریخ کا یہ عجیب و غریب منصوبہ کئی سال جاری رہا اور پچیس برس بعد نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جو نہ صرف اپنے شعبہ میں یکتائے روزگار تھی بلکہ ہر شخص حافظ قرآن، باعمل مسلمان اور صحت تندرستی کا پیکر تھا۔ یہ تعداد میں پانچ سو کے لگ بھگ تھے۔

لیکن اس سارے عرصہ میں ترک دوسرے کام نہیں بھولے تھے۔ انہوں نے عمارتی پتھروں کی نئی کانیں دریافت کیں اور پھر پتھر نکال کر انہیں بند کر دیا اور آج تک کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں تھیں۔ پھر جنگلوں سے لکڑیاں کاٹی گئیں، رنگ حاصل کئے گئے، شیشے کا سامان بہم پہنچایا گیا۔ یہ سارا سامان نبیؐ کے شہر میں پہنچا تو ادب کا یہ عالم تھا کہ اسے رکھنے کے لئے مدینۃ النبیؐ سے کئی میل دُور ایک الگ بستی بسائی گئی تاکہ پتھر کٹیں تو شور سماعت مبارک پر گراں نہ گزرے۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کٹا یا ترشا ہوا پتھر مسجد نبویؐ پہنچتا اور اس میں کسی ترمیم کی ضرورت پڑتی تو ٹھیک کرنے کے لئے اس بستی میں واپس لے جایا جاتا اور پھر دوبارہ مسجد میں پہنچایا جاتا۔

ساری تیاریوں کے بعد ماہرین نے کام شروع کیا تو حکومت کا حکم یہ تھا کہ ہر شخص کام کرنے کے دوران اول سے آخر تک باوضو رہے اور مسلسل تلاوت قرآن کریم کرتا رہے۔

تعمیر نو اور توسیع کا کام پندرہ سال جاری رہا۔ کوئی احتیاط ایسی نہ تھی جو ترک بروئے کار نہ لائے ہوں۔ وہ ایک حصے کو منہدم کر کے اسے بنا لیتے تو اس کے بعد ہی دوسرے حصے کی تعمیر شروع کرتے تاکہ نماز باجماعت میں رکاوٹ نہ ہو۔

ریاض الجنۃ کی تعمیر کے دوران انہوں نے چھت اور زمین کے درمیان لکڑی کے تختے لگا دیئے تاکہ منہدم ہوتے وقت اوپر سے مٹی نہ گرے۔ پھر حجرہ مبارکہ کی، جہاں سرکار دوعالم ﷺ محو استراحت ہیں، جالیوں کے چاروں طرف کپڑا لپیٹ دیا تاکہ گرد و غبار اندر نہ جائے۔ کوئی دھماکہ نہ کیا گیا کہ خدانخواستہ بےادبی ہو۔ سارے عرصہ میں ریاض الجنۃ میں عبادت بھی جاری رہی۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۳/ دسمبر ۲۰۰۴ء میں شامل اشاعت مکرم مبارک احمد ظفر صاحب کی ایک نظم ''دل نذر سیدی'' سے انتخاب پیش ہے۔

دلفگاروں پہ اک جلوۂ نور سے
اتری تسکین دل ابنِ منصور سے
شب کے ماروں پہ آئی سحر سیدی
علیک السلام وظفر سیدی
علیک السلام وظفر سیدی
جب بھی آواز دو دوڑتے آئیں گے
روک ہر راہ کی توڑتے آئیں گے
سر آنکھوں پہ تیرے امر سیدی
علیک السلام وظفر سیدی
علیک السلام وظفر سیدی
اپنی تائید سے سرفرازے خدا
کامرانی سے تجھ کو نوازے خدا
تیرے قدموں کو چومے ظفرؔ سیدی
علیک السلام وظفر سیدی
علیک السلام وظفر سیدی

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587

Tel: (020) 8544 7603

Fax: (020) 8544 7611

Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 | Friday , May 06, 2005 | Issue No. 18

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

دنیا بھر کے مبلّغین احمدیت کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی انقلابی ہدایات

منصب خاتم النبیین کی طرح ہمارے نبی کریم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی الی اللہ کا تاج پہنایا گیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک خوشحال اور طویل عمر کا دعوت الی اللہ کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہےاور حضرت مصلح موعودؓ کا نظریہ ہے کہ خدا کا قرب پانے کی سب سے کامیاب راہ پیغام حق کی شب و روز اشاعت ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی تمام دینی سرگرمیوں میں دعوت الی اللہ کو مرکزی حیثیت رہی ہے۔حضورؒ نے اپنے عہد مبارک کے ابتدائی خطبات میں یہاں تک انتباہ فرمایا کہ جو شخص داعی الی اللہ نہیں میری دعائیں اس کے لئے عرش تک نہیں پہنچتیں۔حضور نے بار بار واضح فرمایا کہ احمدیت کی عالمگیر ترقی وعروج دعوت الی اللہ کے بغیر ممکن نہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے مربیان احمدیت کو اپنے مقدس دور میں بہت سی زرّیں نصائح فرمائیں جو قیامت تک کے لئے مینار نور ہیں۔ذیل میں بطور نمونہ بعض انقلابی ہدایات ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں۔

تزکیۂ نفس

’’سب سے پہلے مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ تزکیۂ نفس کرے۔صحابہ کی نسبت تاریخوں میں آتا ہے کہ جنگ یرموک میں دس لاکھ عیسائیوں کے مقابل پر ساٹھ ہزار صحابہؓ تھے۔قیصر کا داماد اس فوج کا کمانڈر تھا۔اس نے جاسوس بھیجا کہ مسلمانوں کا حال دریافت کرے۔ جاسوس نے آ کر بیان کیا کہ مسلمانوں پر کوئی فتح نہیں پا سکتا۔ ہمارے سپاہی لڑ کے آتے ہیں تو کمریں کھول کر ایسے سوتے ہیں کہ انہیں پھر ہوش ہی نہیں رہتی۔لیکن مسلمان باوجود دن کو لڑنے کے رات کو گھنٹوں کھڑے رورو کر دعائیں مانگتے ہیں۔خدا کے حضور گرتے ہیں۔یہ وہ بات تھی جس سے صحابہؓ نے دین کو قائم کیا۔باوجود اپنے تھکے ماندے ہونے کے بھی اپنے نفس کا خیال رکھا۔

بعض دفعہ انسان اپنے تبلیغ کے فرض میں ایسا منہمک ہوجاتا ہے کہ پھر اسے نمازوں کا بھی خیال نہیں رہتا۔ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ ہرایک چیز اپنے اپنے موقع اور محل کے مطابق اور اعتدال کے طور پر ہی ٹھیک ہوا کرتی ہے۔**لوگوں کی بھلائی کرتے ہوئے یہ نہیں ہونا چاہئے کہ انسان اپنی بھلائی سے بےفکر ہو جائے۔ پس ضروری ہے کہ وہ اپنا تزکیۂ نفس کرے‘‘۔**

(انوارالعلوم جلد 3صفحہ383)

ہر احمدی مبلّغ ہے

’’اس بات کا احساس پیدا کرنا بھی ضروری ہے کہ دین کا اب سب کام ہم پر ہے۔جب یہ کام ہم پر ہےتو ہم نے دنیا کے کتنے مفاسد کو دور کرنا ہے۔پھر اس کے لئے کتنی بڑی قربانی کی ضرورت ہے ۔اس بات کو پیدا کرو کہ ہر ایک آدمی مبلغ ہے۔صحابہ سب مبلغ تھے۔اگر ہر ایک آدمی مبلغ ہوگا تب اس کام میں کچھ آسانی پیدا ہوگی۔اس لئے **ہر ایک احمدی میں تبلیغ کا جوش پیدا کرو**۔(ایضًا صفحہ 308)

مسائل پر غور کی عادت

’’جب کوئی اعتراض پیش آوے پہلے خود اس کو حل کرنے کی کوشش کرو۔فوراً قادیان لکھ کر نہ بھیج دو۔خود سوچنے سے اس کا جواب مل جائے گا۔اور بیسیوں مسائل پر غور ہوجائے گی ،جواب دینے کا مادہ پیدا ہوگا۔ہم سے پوچھو گے تو ہم تو جواب بھیج دیں گے لیکن پھر یہ فائدے تمہیں نہ ملیں گے۔ اس لئے جب اعتراض ہو خود اس کو حل کرو۔جب حل کر چکو تو پھر تبادلۂ خیالات ہونا چاہئے۔اس سے ایک اور ملکہ پیدا ہوگا۔جو آپ ہی سوچے اور پھر اپنے سوچ پر ہی بیٹھ جائے اس کا ذہن کند ہوجاتا ہے۔لیکن تبادلہ خیالات سے ذہن تیز ہوتا ہے۔ایک بات ایک نے نکالی ہوتی ہے اور ایک دوسرے نے۔اس طرح پھر سب اکٹھی کر کے ایک مجموعہ ہو جاتا ہے۔**دو مبلّغ جہاں ملیں تو لغو باتیں کرنے کی بجائے ان مسائل پر گفتگو کریں**۔خدا تعالیٰ سے تعلق ہو۔دعا ہو،توکل ہو۔‘‘

(ایضًا صفحہ301)

جرأت کا مظاہرہ

’’دلیری اور جرأت ایسی چیز ہے کہ تمام دنیا میں اکرام کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور **مبلّغ کے لئے سب سے زیادہ دلیر ہونا ضروری ہے** کیونکہ وہ دوسروں کے لئے نمونہ بن کر جاتا ہے۔اگر مبلغ دلیر نہ ہوگا تو دوسروں میں جو اسے اپنے لئے نمونہ سمجھتے ہیں دلیری کہاں سے آئے گی۔ہمارے مبلغوں میں اس بات کی کمی ہے اور وہ بہت سے علاقے اسی دلیری کے نہ ہونے کی وجہ سے فتح نہیں کرسکتے۔ورنہ بعض علاقے ایسے ہیں کہ اگر کوئی جرأت کر کے چلا جائے تو صرف دیا سلائی لگانے کی ضرورت ہوگی،آگے خود بخود شعلے نکلنے شروع ہوجائیں گے ۔ مثلاً افغانستان اور خاص کر سرحدی علاقے ان میں اگر کوئی مبلغ زندگی کی پرواہ نہ کر کے چلا جائے تو بہت جلد سارے کے سارے علاقہ کے لوگ احمدی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کی حالت عربوں کی طرح ہے۔ وہ جب احمدی ہوں گے تو اکٹھے کے اکٹھے ہی ہوں گے ۔عام طور پر متمدن ممالک میں قوانین کے ذریعہ بہت کام چلایا جاتا ہے ۔مثلاً اگر یہاں کسی کو کوئی دشمن قتل نہیں کرتا تو اس لئے نہیں کہ زید یا بکر کے دوست اور اس کے ہم قوم اس کا مقابلہ کریں گے ۔بلکہ اس لئے قتل نہیں کرتا کہ قانون اسے پھانسی دے گا۔ اس لئے ایسے ممالک میں جو متمدن ہوں قانون کے ڈر کی وجہ سے لوگ ظلم سے رکتے ہیں۔لیکن جہاں تمدن نہ ہو وہاں ذاتی تعلقات بہت زوروں پر ہوتے ہیں کیونکہ ہر ایک شخص اپنا بچاؤ اسی میں سمجھتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے آدمیوں کی جنبہ داری کرے تا وہ بھی بوقت ضرورت اس کی جنبہ داری کریں اور اس طرح ان ممالک میں کوئی شخص اکیلا نہیں ہوتا۔جو حال یہاں گھرانوں کا ہوتا ہے وہ ان ممالک میں قوموں کا ہوتا ہے۔اور اگر ان ممالک میں پندرہ بیس آدمی جان ہتھیلی پر رکھ کر چلے جائیں اور کچھ لوگوں کو احمدی بنالیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اردگرد کی قومیں ان پر ظلم کریں گی اور قومی جنبہ داری کے خیال سے ان کے ہم قوم بھی احمدیت قبول کرلیں گے ۔اور اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں تیس چالیس لاکھ آدمی سلسلہ میں داخل ہوسکتا ہے۔

افریقہ کے لوگ اسی طرح عیسائی ہوئے۔ پہلے پہل ان میں ایک عورت گئی جو علاج وغیرہ کرتی تھی۔اس وجہ سے وحشی لوگ اسے کچھ نہ کہتے۔لیکن ایک دن انہیں غصہ آگیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا گئے۔اس عورت کا ایک نوکر تھا جسے اس نے عیسائی کیا ہوا تھا۔اس نے تین سو میل کے فاصلہ پر جا کر جہاں انگریز موجود تھے بتایا کہ وہ عورت ماری گئی ہے۔ وہاں سے ولایت تار دی گئی۔اور لکھا ہے کہ جب ولایت میں اس عورت کے مرنے کی تار شائع ہوئی تو جس مشن سے وہ عورت تعلق رکھتی تھی اس میں صبح سے لے کر شام تک بہت سی عورتوں نے درخواستیں دیں کہ ہم کو وہاں بھیج دیا جائے ۔چنانچہ بہت سے مبلغ اپنے خرچوں پر وہاں گئے اور سارے یوگنڈا کے لوگ عیسائی ہوگئے۔

وہ عورت سات سال تک اکیلی وہاں کام کرتی رہی۔ اور جب وہ وہاں ماری گئی تو اس کی دلیری اور جرأت کی وجہ سے سب میں جرأت پیدا ہوگئی اور انہوں نے کسی خطرے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہاں جانے کی درخواستیں دے دیں۔

پس مبلغ کی جرأت بہت بڑا کام کرتی ہے اور اس کی وجہ سے دوسروں میں بھی جرأت پیدا ہوجاتی ہے ۔ایک دفعہ ایک شخص نے خوشی سے سنایا کہ پیغامیوں کے مبلغوں کو ایک جگہ مار پڑی ہے وہ تو خوش ہو کر سنا رہا تھا مگر مَیں اس وقت افسوس کر رہا تھا کہ وہاں ہمارے مبلغ کیوں نہ تھے جنہیں مار پڑتی اور دلیری اور جرأت دکھانے کا انہیں موقع ملتا۔ گو افسوس ہے کہ پیغامی مبلغوں نے بزدلی دکھائی اس موقع کو ضائع کردیا۔مگر ان کا مار کھانا خود کوئی ہتک کی بات نہ تھی بلکہ اگر وہ دلیری سے کام لیتے تو یہ ایک قابل قدر کارنامہ ہوتا۔ہمارے واعظ حکیم خلیل احمد صاحب کو جب مدراس میں تکلیف پہنچی اور ان پر سخت خطرناک حملہ کیا گیا اور ان کے قتل کرنے کی کوشش کی گئی تو مجھے بہت خوشی ہوئی اور مَیں نے اس خبر کو اخبار میں شائع کرایا جس پر ایک دوست نے سخت افسوس کا خط لکھا کہ اخبار والوں کو منع کیا جائے کہ ایسی خبر نہ شائع کیا کریں۔حالانکہ وہ خبر مَیں نے کہہ کر شائع کرائی تھی۔اور منجملہ اَور حکمتوں کے ایک یہ غرض تھی کہ اس خبر کے شائع ہونے سے جماعت میں غیرت پیدا ہو اور ان میں سے اور لوگ اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے پیش کریں۔یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ میرا یہ منشاء نہیں کہ خود بخود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالو۔بلکہ یہ مطلب ہے کہ **کسی جگہ کی تبلیغ اس لئے مت ترک کرو کہ وہاں کوئی خطرہ ہے**۔اور نہ میرا یہ منشاء ہے کہ لوگ بیشک تکلیف دیں اس تکلیف کا مقابلہ نہ کرو۔بیشک قانوناً جہاں ضرورت محسوس ہو اس کا مقابلہ کرو۔مگر تکالیف اور خطرات تمہیں اپنے کام سے نہ روکیں۔اور تمہارا حلقۂ کار محدود نہ کردیں۔

مَیں نے اخلاق کے مسئلہ کا مطالعہ کیا ہے اور دیکھا ہے کہ ستّر فیصد گناہ جرأت اور دلیری کے نہ ہونے کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔اگر جرأت ہو تو اس قدر گناہ نہ ہوں۔پس دلیری اپنے اندر پیدا کرو تا کہ ایک تو خود ان گناہوں سے بچو جو جرأت نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور دوسرے تمہاری کوششوں کے اعلیٰ نتائج پیدا ہوں۔ ہاں اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھو کہ اپنی طرف سے ہر قسم کے فساد یا جھگڑے کے دُور کرنے کی کوشش کرو اور موعظہ حسنہ سے کام لو۔اس پر بھی اگر کوئی تمہیں دکھ دیتا ہے، مارتا ہے، گالیاں نکالتا ہے یا بُرا بھلا کہتا ہے تو اس کو برداشت کرو اور ایسے

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں